

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تہمت کی تباہ کاریاں

یعنی بعض آئمہ اسلاف اور مسلمان سپہ سالاروں پر لگائی گئی تہمتوں کے جواب

www.KitaboSunnat.com

تالیف:

الشیخ ابراہیم بن عبد اللہ الحازمی

مترجم:

حافظ محمد عباس انجم گوندلوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ
محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں بھی جاننے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

جملہ حقوق بحق محفوظ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ

انتساب

پیکر اخلاص خادم العلماء
وسیم ابراہیم صوفی بن محمد ابراہیم
سری نگری صاحب کے نام
جو اس بے مثال کتاب کے وجود میں
لانے کا ذریعہ ہیں

فہرست مضامین

- 9 مترجم کے تاثرات
- 11 مقدمہ
- 13 کتاب کی غرض و غایت
- 22 کتاب کی اہم ترین بنیادی باتیں
- 24 رسول اکرم ﷺ کی احادیث
- 26 امام ابن ابیہ رحمہ اللہ کا منصفانہ تجزیہ
- 28 امام شوکانی رحمہ اللہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دفاع کرتے ہیں
- 30 بے حقیقت باتیں کرنے سے گریز پر ابن حجر رحمہ اللہ کی نصیحت
- 31 تحقیق کی تاکید از شیخ عبدالرحمن سعدی
- 32 ابراہیم حازمی بہت خوب بیان دیتے ہیں
- 33 حافظ ابن ناصر الدین دمشقی کی رائے
- 40 یہودیوں نے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور باطل باندھا اس کا تذکرہ
- 46 یہودیوں نے جو انبیائے کرام علیہم السلام پر بہتان بازی کی اس کا بیان
- 49 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بہتان کا ازالہ
- 51 سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر بزدلی کی تہمت کی تردید
- 54 ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر نفاق سے براءت کا بیان
- 62 علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی شراب نوشی اور لواطت کی تہمت سے براءت

- 67 امام زہری رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت کی تردید
- 78 امام زہری رحمۃ اللہ علیہ پر وارد شدہ شبہات کے جوابات
- 81 امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج کے ساتھ حج کیا تھا
- 83 امام زہری رحمۃ اللہ علیہ پر الزام ہے کہ خلفاء سے انعامات لیتے تھے
- 87 امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کے بارے میں
- 87 تہمت زنی کا جائزہ
- 90 ان پر شیعیت کی تہمت
- 92 ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ پر بد عقیدہ ہونے کی تہمت کا ازالہ
- 95 امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ پر اتہام کی حقیقت
- 98 امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر شیعہ ہونے کی تہمت کا ازالہ
- 104 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر الزام کی تردید
- 107 امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ پر زندیقی کی تہمت سے براءت کا بیان
- 110 طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ پر کشتیاں جلانے کے الزام کا جائزہ
- 113 عبدالحق بن عطیہ پر بے دینی کی تہمت کا جائزہ
- 115 یعقوب فسوی رحمۃ اللہ علیہ پر شیعہ ہونے کی تہمت کا جائزہ
- 117 قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ کی تہمت کا جائزہ
- 119 علامہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ پر کتا میں چوری کرنے کی تہمت کا جائزہ
- 120 ابن سید الناس پر بے ادبی کی تہمت کا جائزہ
- 122 سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ پر جو تہمت لگائی اس کا جائزہ
- 125 ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پر زنا کی تہمت سے براءت
- 129 شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر الزام کہ وہ مخلوق کی مانند

- 129 اللہ تعالیٰ کے جسم کے قائل تھے ❀
- 133 ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام کہنے والے پر کفر کا فتویٰ ❀
- 137 ملاح ابن ماجہ پر خیانت کے الزام کی حقیقت ❀
- 141 خلیفہ محمد فاتح رحمہ اللہ پر بھائی کو قتل کرنے کی تہمت کا بیان ❀
- 144 جرنیل قراقوش پر بہتان کی اصلیت ❀
- 149 علامہ صدیق خان رحمہ اللہ پر علم چرانے کی تہمت سے براءت ❀
- 151 علمی چوریوں کے بارے میں اہم موقف کا بیان ❀
- 161 علامہ آمدی رحمہ اللہ پر تارک نماز ہونے کی تہمت کا جائزہ ❀
- 164 شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ پر اتہامات کا جائزہ ❀
- 170 شیخ لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے اس الزام کا جائزہ ❀
- 174 دعوت شیخ کے خلاف شبہات کا جائزہ ❀
- 178 ان تہمتوں کے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی طرف سے جوابات ❀



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مترجم کے تاثرات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ اسی نے اس کی ہستی کو عدم سے وجود بخشا اور پھر اس کے لیے اس کی بہتری کے طور پر دین اسلام کا ضابطہ حیات اس کی رہنمائی کے لیے عطا کیا۔ انسان سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اللہ تعالیٰ کے انعامات سے معمور ہے۔ مگر اس کے منہ میں دی ہوئی زبان بہت اہم نعمت ہے۔ اگر یہ ذکر الہی اور انسانیت کی خیر کے لیے حرکت کرتی ہے تو یہ جنت کی ضمانت بن جاتی ہے اور اگر یہ بے لگام بولتی جاتی ہے تو پھر یہ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیتی ہے۔

شیخ ابراہیم حازمی رحمۃ اللہ علیہ ریاض (سعودیہ) میں اہم علمی ادارہ کے افسر اور مؤلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکی والی عمر دراز کرے۔ انھوں نے عربی میں کتاب تالیف کی جس کا عربی میں نام (اتہامات الکاذبہ) ہے یہ کتاب نہایت ہی مفید ہے اور نیک شخصیات کا ان میں دفاع کیا گیا ہے کیوں کہ ان ائمہ پر بڑے بڑے گھناؤنے اور شرمناک الزامات لگائے گئے ہیں آپ نے ان کو صاف کیا ہے تو حدیث کے مطابق جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے (بخاری) کے آپ مصداق قرار پاتے ہیں۔ اس کے ساتھ اس سے مسلمانوں کی تاریخ کے کئی پہلو بھی نظروں کے سامنے آ جا کر ہوتے ہیں اور بعض مشہور واقعات جو غلط ہیں اور عام ہو چکے ہیں اس میں ان کی تصحیح کی گئی ہے چونکہ یہ کتاب ہمارے معاشرہ کی اصلاح کی بنیاد سے بھی ہمیں آگاہ کرتی ہے کہ ہمارے معاشرہ میں بغیر سوچے سمجھے فوراً

ایک دوسرے پر تہمت گھڑ دیتے ہیں اور حسد کی آگ میں جل کر حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں اور دوسرے کی علمی بلندی اور جاہ و منصب پر کینہ پروری اختیار کر کے اسے رسوا کرنے کی جو کوشش کرتے ہیں یہ کتاب ہمیں اس بُرے کام کا انجام بتاتی ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر تالیفی مصروفیت کے باوجود اس کا ترجمہ کر کے اسے طبع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جلد از جلد لوگوں تک پہنچانے کی توفیق دے یہ کتاب خصوصاً علمائے کرام اور پروفیسرز حضرات کے لیے قیمتی ذخیرہ ہے۔ عوام اور طلباء اور مقررین کے لیے بھی یہ یکساں مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف اور مترجم کو دنیا و آخرت میں اجر عطاء فرمائے۔ اے اللہ کریم یہ کتاب میرے لیے والدین کے لیے اور میرے بیوی بچوں کے لیے اور میرے خاندان کے بزرگوں کے لیے مغفرت کا باعث بنادے۔ اور اسے خالص اپنی رضا کے لیے قبول کر لے۔ آمین

محمد عباس انجم گوندلوی

۵-۱-۲۰۲۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

(از مترجم)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ

حمد و صلاۃ کے بعد گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین عطیات سے نوازا ہے ان میں سے عقل اس کی بہترین نعمت ہے کیوں کہ عقل ہی ایک ایسا معیار اور کسوٹی ہے جس کے ذریعہ صحیح اور غلط اور مفید اور نقصان رساں چیزوں میں امتیاز ہوتا ہے۔ اور عقل ہی ایک سچا آلہ ہے جس کے ذریعہ ہر سنی بات اور نقل شدہ معاملات کو مضبوطی سے پرکھا جاتا ہے کہ ان میں کیا غلط ہے کیا صحیح ہے۔

ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں جھوٹ و باء کی مانند پھیلا ہوا ہے۔ اور جھوٹی تہمتوں کی نشر و اشاعت کی بھرمار ہے۔ اور علمائے کرام اور داعیان اسلام خصوصاً ان تہمتوں کی زد میں ہیں۔ بعض اسلام کے نام لیوا گروہوں نے تو اسے اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں راہ ہدایت سے ہمکنار کریں اور ان کی اصلاح فرمائیں۔ (آمین)

ہماری ہر مسلمان کے سامنے یہ درخواست ہے کہ یہ ہر خبر اور ہر معاملہ میں تحقیق سے کام لے۔ کہیں جلد بازی سے ایسی اتھاہ غار میں نہ پھنس جائے جس کا انجام اچھا نہ ہو۔ اور ایسے نہ ہو کہ اشکِ ندامت میں غرق ہو جائے اور ایسا وقت نہ آجائے جو ندامت بھی کام نہ آئے۔ عرب کا قدیم مقولہ ہے ”وَمَا أَفْقَةُ إِلَّا خَبَارٌ إِلَّا رُؤَاتُهَا“ خبر رسانی کی آفت اس کے بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی جو غلط سلط

بغیر تحقیق بیان کرتے ہیں وہ آفت سے کم نہیں۔ اس سے بچاؤ کے لیے تحقیق کا دامن نہ چھوڑیں۔

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسان معصوم نہیں اس سے خطاء و غفلت اور بھول ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس کی ضروریات، اغراض اور رغبتیں اور خواہشات بھی مختلف ہیں اور یہ ضرب المثل بجائے ہر آدم کی اولاد خطاء کا پتلا ہے کمال تو صرف اللہ وحدہ کے لیے ہے۔ اس کے باوجود ہم معاملات میں مضبوطی کے ساتھ غور کرنے کے پابند ہیں۔

الراقم

محمد عباس انجم گوندلوی



کتاب کی غرض و غایت

(از: مؤلف)

اے گروہ اسلام! یہ کتاب جو آپ کی پیش خدمت ہے جس کا نام ”اتہامات کا ذبہ“ ہے (اور اردو میں اس کا نام ”تہمت کی تباہ کاریاں“) ہے۔

اس کا باعث تحریر یہ ہے کہ میں نے جب بغور دیکھا یہ دور جس میں ہم سانس لے رہے ہیں یہ تہمتوں اور الزام تراشیوں کی سٹرانڈ سے بدبودار ہو چکا ہے جس نے ساری فضا میں تعفن پھیلا دیا ہے۔ اور اس کے اثرات بد اسلامی گروہوں اور فرقہ واریت کی پرچار کرنے والی جماعتوں تک پہنچ چکے ہیں۔ اور وہ یہاں تک اس بارے میں کمر بستہ ہیں کہ ان کا اوّل و آخر اور سب سے اہم ہدف ہی یہ ہے کہ مد مقابل گروہ کی کردار کشی کرنا اور خواہ سچ ہو یا جھوٹ ہو سامنے والے فرقہ کو مات دینا ہے۔ اور جو نقص یا عیب اس میں نہیں اس کا بھی اسے مورد الزام ٹھہرانا ہے اور پھر یہ ہرزہ ریعہ کو بروئے کار لاتے ہیں چاہے وہ کتنا زیادہ کچی والا اور ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اس زہریلے پراپیگنڈہ سے امرائے سلطنت، علمائے کرام اور دعوت کا کام کرنے والے اور نیک کردار والے لوگ گھائل نظر آتے ہیں ان پر ایسی ایسی باتیں بنائی گئی ہیں کہ جن سے وہ بالکل بری ہیں۔

تو میں نے مناسب خیال کیا کہ ان تہمتوں کے ازالہ کے لیے یہ کتاب تحریر کروں جس میں میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان تہمت زدہ لوگوں کی عزتوں اور جھوٹ اور بہتان کی زد میں آنے والی شخصیتوں جو کہ ان عیوب سے پاک اور صاف ہیں۔ ان کا دفاع کیا ہے۔ پیارے اللہ! ہم ان پاکبازوں کی پامالی عزت کی شکایت

صرف تیری بارگاہ میں کرتے ہیں۔

لوگوں کی زبان درازی سے اللہ بھی محفوظ نہیں:

لوگوں کی زبان درازی سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس جہان کا خالق ہے انھوں نے اس کے متعلق بھی کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی اور اولاد ہے اور یہاں تک ہٹ دھرمی اور فضول گوئی کی کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے۔

اور پھر ان کی زبانوں نے یہاں تک ہرزہ سرائی کی کہ اللہ کے نبیوں، اور پیغمبروں ﷺ اور اس کی خلقت میں سے منتخب اور برگزیدہ بندے بھی ان کی اذیت کا شکار ہوئے انھوں نے انھیں کبھی جنون اور کبھی جادو کی جانب منسوب کیا۔

انسان عقل سے کام لے:

لہذا انسان کے لیے لازم ہے کہ یہ عقل سے بے کار نہ ہو، کیوں کہ یہ عقل ہی ایک ایسا شرف ہے جس نے انسان کو دوسرے حیوان سے ممتاز کیا اور انسان کی اسی کی وجہ سے عزت و کرامت ہے۔ اگر یہ اسے بروئے کار نہ لائے گا تو پھر انسان اور حیوان میں تمیز نہیں رہتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا

كَآلَ الْغَنَامِ﴾ (الفرقان: ۴۴)

”کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یہ نہیں ہیں مگر چار پایوں کی طرح۔“

انسان میں بدترین عادت یہ ہے کہ وہ ہر جائی بن جائے جس نے جو کہا اسی کے پیچھے چل پڑے۔ اور یہ ہواؤں کے رخ کے ساتھ اپنا رخ بدلتا رہے۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر بات کی تحقیق کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾

(الحجرات: ۶)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لاتا ہے تو تم اس کی تحقیق کر لو۔“

اس سے سو بار ڈریں کہ نیک علمائے کرام اور باکردار لوگوں پر ایسے الزامات نہ لگائیں جن سے ان کا دامن صاف ہے اور وہ ان سے بری ہیں۔ ایسا نہ تو عام مجالس میں کیا جائے نہ ہی صحافت میں نہ ہی رسائل میں اور نہ ہی منبروں پر کیا جائے۔ ان میں سے کسی مقام پر بھی ان کی پگڑی نہ اُچھالی جائے۔ کسی بھی فرد یا گروہ کی برائی کے ساتھ تشہیر کرنا اور اس پر بُری تہمت لگا کر اس کی نشر و اشاعت کرنا یہ ان کمزور لوگوں کا کام ہے جو دوسروں کی عزتوں کا استحصال کرتے ہیں اور انھیں پامال کرتے ہیں۔ یا یہ بھیانک کردار وہ لوگ ادا کرتے ہیں جن کے دلوں میں کینہ اور حسد کی آگ ہوتی ہے اور یہ بیمار ذہنیت رکھنے والے ہیں۔

یا ایسا گھناؤنا کھیل ایسے لوگ کھیلتے ہیں جو خود نقائص کا پلندہ ہوتے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ تہمت تراشی کر کے وہ دوسروں کے کندھوں پر سوار ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں۔ ہم روزانہ اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ وہ ایسی بہتان طرازیوں سے معمور ہیں۔

ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

وَالظُّلْمُ مِنْ شِيمِ النَّفُوسِ

فَإِنْ تَجِدْ ذَا عِفَّةٍ فَلَعَلَّهُ لَا يَظْلِمُ

”ظلم کرنا تو نفس کی طبیعت اور عادت ہو چکی ہے۔ اگر کوئی ظلم سے تہی

دامن ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ ظلم تک رسائی نہیں پاسکا۔
کسی مسلمان کے عیب کی بلا وجہ تشہیر کرنا حرام ہے:

اس بارے میں ہم اختصار سے معروضات پیش کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی برائیوں کی تشہیر کرنا حرام ہے کیوں کہ اس سے اسے اذیت ہوتی ہے۔ اور خصوصاً دوسروں پر بہتان طرازی کرنا تو سب سے بڑا گناہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی ناجائز طور پر عزت پامال کرنا۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (الاحزاب: ۵۸)

”اور وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو بغیر ان کے کیے سے

اذیت دیتے ہیں تحقیق انھوں نے بہتان اٹھایا اور ظاہر گناہ کیا۔“

یہ تو عام مسلمان کے بارے میں بہتان لگانے کو گناہ کا کام کہا گیا۔ اور جب یہ علماء صالحین کے بارے میں لگایا جائے گا تو اس کی شدت اور سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔

علمائے کرام کی غیبت زہریلی ہوتی ہے:

یہ مقولہ مؤرخ ابن عساکر دمشقی کا ہے۔ جسے بدنام کیا جا رہا ہو اور وہ اس سے بری ہو تو یہ ایک جھوٹ کا طوفان، اور گناہ اور عظیم بہتان ہے۔

اور جو اپنے فسق و فجور کا اظہار نہیں کرتا اس کی بھی تشہیر کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ شرعاً ہم جانتے ہیں کہ مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، صحیح

حدیث ہے:

① احمد ابوداؤد، اسنادہ صحیح، تنقیح الرواة: ۲ / ۳۴۷.

”جس نے مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کی

پردہ پوشی کریں گے۔“^①

ہاں، جو ایسے مجرم ہیں کہ ان پر حد لگائی جائے ان پر حدود قائم کرنے کی تشہیر کرنا درست ہے تاکہ یہ عبرت ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (النور: ۲)

”ان کے (بدکاروں کے) عذاب یعنی حد قائم کرنے کے وقت ایک

ایمانداروں کا گروہ حاضر ہونا چاہیے۔“

یہ یقینی بات ہے کہ یہ چیز لوگوں کے لیے اذیت ناک ہوتی ہے کہ جو برائی ان میں نہیں وہ ان کے بارے میں کہی جائے اور ان پر تہمتوں کی بھرمار کی جائے اور ان کے لیے مصائب و معائب کے پہاڑ کھڑے کیے جائیں۔ اور ان پر اپنی ہوا ہوس اور جہالت کو تھونپنا اور گروہی نسبتوں اور تعصبات اور دوسروں کے ساتھ بدظنی، کینہ اور حسد رکھنا بھی نہایت ہی نقصان رساں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے عافیت و سلامتی میں رکھے۔

تہمت طرازوں کے لیے اہم پیغام:

اے برادرانِ گرامی قدر! میں آپ کو زمین اور آسمان کو قائم رکھنے والے، جو تمہیں اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے اور سجدہ ریزی کرتے ہوئے پلٹتے ہو اس اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں یہ یاد دلاتا ہوں کہ ظلم کا انجام نہایت ہی بُرا ہوتا ہے اور میں تمہیں یہ یاد دہانی کراتا ہوں کہ جو انسان دوسروں کی اُذی رسانی سے احتیاط کرتا ہے وہ بے شمار اجر و غنیمت پاتا ہے۔ میں آپ کے سامنے یہ گزارش کروں گا کہ آپ میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا کہ جو اس میں عیب نہیں اسے اس کی تہمت لگائی جائے اسی طرح لوگ بھی نہیں چاہتے۔

① بخاری، مسلم، مشکاة مع تنقیح: ۲/۳۳۳۔

یہ بھی یاد رکھیں مظلوم کی بددعاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا اور رات کے تیر کبھی خطا نہیں کرتے۔

میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم تو خواب غفلت میں خراٹے بھر رہے ہو اور مظلوم بیدار ہے وہ سو نہیں رہا اور تمہارے لیے بددعاء کر رہا ہے اور شب و روز کر رہا ہے جب یہ حالت ہے تو تمہاری زندگی کیسے خوشگوار ہو سکتی ہے۔

میں تمہیں اس وقت سے آگاہ کرتا ہوں کہ عن قریب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اور وہ تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ ﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾ (الصافات: ۲۴) انھیں کھڑے رہنے دوان سے سوال کیے جائیں گے۔ اس بے بسی سے پہلے ہی تہمت تراشی سے باز آ جائیں۔

پیارے بھائیو! تم آپس میں الزام تراشیوں میں مصروف ہو ان تیروں کا رخ دین کے دشمنوں، یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹوں کی جانب کیوں نہیں پھرتے۔

تم کب تک اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف شیطان کی مدد کرتے رہو گے تم خود کو دوسروں کی عیب جوئی میں کیوں مصروف رکھتے ہو اور کب تک ان کا شکار کرتے رہو گے اور اپنے عیبوں سے بے خبر رہو گے۔

کیا تم نے نبی ﷺ کا فرمان نہیں سنا:

”مبارک ہے اس شخص کے لیے جس کے عیب اسے لوگوں کے عیبوں سے مصروف رکھتے ہیں۔“ (طبرانی سند حسن) ۷

پڑی جب اپنے عیبوں پہ نظر تو نگاہوں میں کوئی برا نہ رہا

تم خود کو قرآن پاک میں مصروف کیوں نہیں کرتے، اسے حفظ کریں، اس کی نشر و اشاعت کریں۔ اس کی تعلیمات کو عام کریں اور دعوت اسلامیہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ جب تم اپنے بھائی میں کوئی عیب دیکھو تو اسے نصیحت کرو۔ لوگوں کی نیتوں پر

تہمت مت لگاؤ اور جن برائیوں سے وہ بُری ہیں ان پر الزام تراشی کر کے ان کے دلوں کو زخموں سے چور مت کرو اور جھوٹی باتوں کی اشاعت و ترویج نہ کریں، اور تہمتیں نہ گھڑیں، کیا تم جانتے نہیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

آپ بے چینی، بے قراری، اور فتنہ بازی اور دلوں کی بربادی کا باعث بن رہے ہیں۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ فتنہ تو قتل سے بڑا جرم ہے۔

آپ کو اپنے مسلمان بھائیوں، علمائے کرام، اور داعیوں اور نیک کردار لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ بعض سلف کا قول ہے: ایک بات تیرے بھائی سے بُری نکل جائے تو جہاں تک بھی اس میں خیر کا پہلو نکلتا ہے تمہیں اسے بدگمانی پر قیاس نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھے عمل اور مطلب پر اسے خیال کریں۔

آپ کو علم ہے کہ ان تہمتوں کے اس عمل سے آپ دشمنانِ دین جو سیکولر ہیں اور دہریہ قسم کے ہیں۔ اور رافضی ہیں اور جو ملحد اور قبر پرست ہیں ان سے تعاون کر رہے ہیں جو کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے خلاف گھات لگائے بیٹھے ہیں یہ بھی تو تمہارا حق ہے کہ اپنے ان بھائیوں کے خلاف دشمنانِ دین کو فائدہ نہ پہنچائیں۔

آپ خود کو مفید کاموں میں مصروف کریں کیوں کہ نفس انسانی ایک ایسی چیز ہے اگر آپ اسے مصروف نہ رکھیں گے تو یہ تمہیں فضول مصروفیت کی دلدل میں پھنسا دے گا۔

میں آپ کو جو لوگوں میں عیب نہیں ان کے ساتھ انھیں متہم کرنے کی بد انجامی سے خبردار کرتا ہوں۔ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ان فرمانوں کو نگاہوں کے سامنے رکھیں اور یاد خانے میں بٹھالیں۔

﴿وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (آل عمران: ۱۹۲)

”ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (النساء: ۱۱۲)

”اور جس نے خطاء یا گناہ کمایا پھر اس نے پاک آدمی پر تہمت لگائی تحقیق اس نے بہتان اور ظاہر گناہ اٹھایا۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کی خاص حفاظت فرمائے اور اپنی غفودرگزر کی حسین چادر میں ہماری پردہ پوشی فرمائے۔ اور ہمارے ساتھ اپنے لطف و مہربانی سے پیش آئے۔ آمین
ہمارا تہمت زدگان کے لیے خیر خواہانہ پیغام:

غلط تہمتوں سے چھلنی بھائیو! صبر کو شعار بنائیں اور اسے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ خیال کریں اور تقویٰ و احسان کو شعار اختیار کریں یہ بہترین معاون ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اس سے مایوس نہ ہوں۔ اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں وہ بہت اچھا مولیٰ اور بہترین مددگار ہے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو میں آپ کو بشارت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی رحمت الہی آپ پر سایہ فگن ہوگی۔ آپ یاد رکھیں اچھا انجام کار متقیوں کا ہوتا ہے۔ اور آپ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور یاد رکھیں صبر جمیل کا پھل ہمیشہ خوبصورت ہوتا ہے۔ عربوں کا مقولہ ہے۔ ”مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ“ جس نے صبر کیا وہ کامیاب ہوا۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کشادگی کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے۔

آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔ آپ کو یہ بھی فرمان الہی یاد ہوگا:

﴿إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۱۰)

”بے شک صبر کرنے والوں کو بغیر حساب پورا پورا اجر دیا جائے گا۔“

اور آپ کو یاد ہوگا کہ آزمائشوں کی وجہ سے گناہ جھڑتے ہیں اور خواب غفلت سے انسان بیدار ہوتا ہے۔ صبر ذریعہ ثواب ہے۔ اور یہ نعمتوں کو یاد دلاتا ہے۔
دنیا کے مسلمانو!

اپنے مسلمان بھائیوں کی عزتوں کا دفاع کرو۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ روزِ قیامت دوزخ سے بچائے گا۔
 اپنے بھائیوں کو نہایت ہی نرمی کے ساتھ نصیحت کریں ان پر حملہ آور نہ ہوں نہ ہی ان کی عزت نفس مجروح کریں اور نہ ہی ان کی شخصیت داغدار کریں اور نہ ہی ان کی نیتوں پر تہمت لگائیں۔ بھائیوں کے بارے میں تمہارے سامنے جو بھی باتیں نقل کی جائیں ان کی تحقیق کریں فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اسپیچ کی مانند نہ ہو جائیں جو سارے کا سارا پانی جذب کر لیتا ہے۔ شبہات اور شہوات سے دُور رہیں۔ اور نفس کی ہلاکت خیزیوں سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

الراقم

ابراہیم بن عبد اللہ الحازمی عفا اللہ عنہ



کتاب کی اہم ترین بنیادی باتیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱: ﴿إِنَّ السَّبْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

(الاسراء: ۳۶)

”بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کے متعلق پوچھا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۲: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (ص: ۲۶)

”اور خواہش کے پیچھے نہ لگو، یہ چیز تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۳: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا

قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (ص: ۲۶)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو اس

کی تحقیق کیا کرو یہ کہ تم جہالت کی وجہ سے کسی قوم کو نقصان نہ پہنچا دو بعد

میں تم شرمندہ ہو گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۴: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق: ۱۸)

”نہیں کوئی بات کرتا مگر اس کے پاس حاضر نگہبان ہے۔“

۵: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

(الحجر: ۹۲-۹۳)

”تیرے رب کی قسم! البتہ ضرور ہم ان سب سے سوال کریں گے اس کے متعلق جو یہ عمل کرتے تھے۔“

۶: ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالْإِسْنَةِ كُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۵)

”جب تم اپنی زبانیں چلا رہے تھے اور تم اپنے منہوں سے کہتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور تم اسے آسان گمان کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۷: ﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (النساء: ۱۱۲)

”اور جس نے خطا کمائی اور گناہ کمایا پھر پاک آدمی پر تہمت لگائی تحقیق اس نے بہتان اٹھایا اور اس نے ظاہر گناہ اٹھایا۔“



رسول اکرم ﷺ کی احادیث

(۱)..... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق آگے بیان کر دے۔^①

(۲)..... دوزخ میں لوگ اپنی زبانوں کی کٹی لگی باتوں کی وجہ سے اوندھے ڈالے جائیں گے۔^②

(۳)..... جو اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا چہرہ دوزخ سے دور کر دے گا۔^③

(۴)..... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ سے بات منسوب کر کے بیان کرتا ہے، اور اسے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔^④

(۵)..... بعض باتیں خود ہی کہتی ہیں مجھے چھوڑ دو۔ (عربی ضرب المثل) یعنی ان کا جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے۔

(۶)..... محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی تم نے بھائی پر ظلم کیا ہے کہ اس کی برائیاں تو بیان کرو اور جو اس کی بھلائیاں ہیں انھیں تم چھپاؤ۔

(۷)..... سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مجھے اپنی زبان کی اور اپنی عصمت گاہ کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے تو میں اسے جنت

① صحیح مسلم .

② مسند احمد ۵ / ۲۳۱ ، ترمذی فی الایمان ، حسن .

③ ترمذی ، حسن .

④ مقدمہ مسلم .

کی ضمانت دیتا ہوں۔^①

(۸)..... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مؤمن پر لعنت کی یہ اسے قتل کرنے کی

مانند ہے اور جس نے کسی ایماندار پر کفر کی تہمت لگائی یہ اسے قتل کرنے کی مثل ہے۔^②

(۹)..... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی دوسرے آدمی پر فسق کی تہمت لگاتا

ہے یا اس پر کفر کی تہمت لگاتا ہے اور جسے تہمت لگاتا ہے وہ اس کا اہل نہیں تو یہ تہمت

لگانے والے پر لوٹ آئی ہے۔^③



① صحیح بخاری، تنقیح الرواة شرح مشکوٰۃ: ۲/۳۰۹.

② صحیح بخاری، کتاب الأدب.

③ صحیح بخاری، تنقیح الرواة: ۲/۳۱۰.

امام ابن بطہ رحمہ اللہ کا منصفانہ تجزیہ

فرماتے ہیں میری سفر و حضر کی حالت عجیب ہے۔ اعزہ و اقارب ہوں یا کہ دور کے ہوں، جان پہچان والے ہوں یا نا آشنا ہوں۔ میرے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ اور یہ چیز میں نے مکہ میں بھی خراسان وغیرہ اکثر جگہوں میں میں نے پائی ہے کہ میں موافق سے ملا ہوں یا مخالف سے ہر ایک نے اور ہر مقام پر مجھے اس نے اپنی بات کی متابعت اور صداقت کی ہی دعوت دی ہے اور اس نے مجھ سے اپنی بات ہی کی شہادت پر ابھارا ہے۔ اور اگر میں نے اس کی بات کی تصدیق کر دی اور اسے جائز قرار دیا، جیسا کہ اس دور کے لوگ کرتے ہیں تو یہ مجھے موافق (صلح جو) کے نام سے پکارنے لگ جائے گا، اگر اس کی بات سے ایک حرف کے مطابق بھی رُک جاؤں تو یہ مجھے مخالف کے نام سے پکاریں گے۔

اور اگر میں نے ایک بات بھی ایسی کہہ دی کہ میں کتاب و سنت میں اس بات کے خلاف پاتا ہوں تو یہ میرا نام خارجی فرقہ میں سے ہونے والا رکھ دیں گے اور اگر میں توحید کے بارے میں ایک بھی حدیث پڑھوں گا تو کہیں گے میں متشدد فرقہ میں سے ہوں۔ اگر روایت (دیدار الہی) کی حدیث سناؤں گا تو مجھے سالمیہ فرقہ میں سے قرار دیں گے، اگر ایمان کے بارے میں حدیث پڑھتا ہوں تو مجھے مرجئہ (تقدیر پر بھروسہ کرنے والا اور عمل کو بے کار کہنے والا) فرقہ میں سے قرار دیں گے اور اگر کوئی حدیث اعمال کے بارے میں کہوں گا تو یہ میرا نام قدری (قدریہ فرقہ تقدیر کا منکر) والا کہیں گے، اور میں معرفت کے بارے میں حدیث بتاؤں گا تو یہ میرا نام کرامیہ فرقہ کا پیروکار رکھ دیں گے۔

اور اگر میں فضائل ابو بکر اور فضائل عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث سناؤں گا تو یہ مجھے ناصبی فرقہ والا قرار دیں گے۔ اور اگر یہ حدیث اہل بیت کی فضیلت میں ہوگی تو یہ میرا نام رافضی رکھ دیں گے۔ اور اگر میں کسی آیت یا حدیث کی تفسیر کرنے کا جواب بغیر تاویل کے دوں گا تو یہ مجھے ظاہری کے نام سے بلائیں گے۔ اگر آیت اور حدیث کے بغیر دوں تو یہ مجھے باطنی کہیں گے، اور بذریعہ تاویل جواب دوں گا تو یہ مجھے اشعری کا لقب دیں گے اور اگر انکار کردوں یہ میرا نام شفعوی رکھیں گے اور اگر میں قنوت کے بارے میں حدیث سناؤں گا تو یہ میرا نام حنفی رکھ دیں گے۔ اور میں قرآن سے دلیل دوں گا یہ میرا نام حنبلی رکھ دیں گے اور اگر میں احادیث کے رجحان کی وجہ سے کسی ایک کی رائے کو ترجیح دیتا ہوں کیوں کہ قرآن و حدیث کو تو کسی کی پرواہ نہیں تو یہ مجھے کہیں گے جن کی رائے کے خلاف کہا ہے اس نے ان کے ترکیہ نفس میں طعن و تشنیع کی ہے۔

پھر میرے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ناموں میں سے وہ احادیث جو ان کی خواہش کے مطابق ہیں انھیں مجھ پر پڑھتے ہیں اور مجھے سناتے بھی ہیں۔ مگر جب میں سناتا ہوں تو میرے یہ مختلف نام رکھتے ہیں اور ان میں سے میں جس کی موافقت کرتا ہوں تو دوسرا میرا دشمن ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی دوستی اور دشمنی مجھے اللہ تعالیٰ سے کچھ کفایت نہیں کرے گی۔ کیوں کہ میں تو کتاب و سنت کا دامن تھامنے والا ہوں۔ اور میں اس اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً جو آدمی اہل علم میں سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جب کچھ علم میں سے نصیب دیتا ہے اور اس کے ساتھیوں اور ہمنواؤں کو اس سے محروم رکھتا ہے تو یہ اس کا حسد کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ حسد کی آگ میں جل کر اس کے بارے میں ایسی تہمتیں گھڑتے ہیں جن کا اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوتا۔ ایسی بد خصلت کا اہل علم میں ہونا بہت ہی بُری عادت ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دفاع کرتے ہیں

امام شوکانی رحمہ اللہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دفاع کے دوران فرماتے ہیں کہ یہ ایک پوری دنیا کا قاعدہ کلیہ ہے جسے سب تسلیم کرتے ہیں کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ علمی معارف و علوم میں تبخر تھے اور اپنے ہمعصروں سے برتر تھے اور کتاب و سنت کے سامنے سراقندہ تھے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ کم ہمت اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے جاہلوں سے وہ آزمائش در آزمائش سے دوچار ہوئے۔ مگر اعلیٰ معاملہ پر وہی سرفراز ہوئے اور ان کی بات ہی اولیٰ اور بہتر ثابت ہوئی۔ ان زلزلہ خیز مصائب کے باوجود قیامت تک کے آنے والوں کے لیے زبان زد شہرت و صداقت ہیں۔ اور علم و معرفت کا انھیں ایسا وافر حصہ ملا ہے جو کسی اور کے نصیب میں نہیں ہوا۔

جو شخص بھی واقعات، اقوال و افعال اور افراد کے متعلق کچھ ضبط تحریر میں لانے کا کام کر رہا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ انھیں نقل کرنے میں صحت و صواب کا خاص خیال رکھے قطعی فیصلہ دینا ہو تو جو دائرہ تحقیق میں آیا ہے اسے نقل کرے صرف مشہور شدہ باتوں پر کفایت کرنا کافی نہیں۔ خصوصاً اگر اسے نقل کرنے سے اہل صلاح اور اہل علم کے حق میں طعن و تشنیع جیسی خرابی مرتب ہوتی ہو تو اور زیادہ احتیاط کرے۔

اگر کسی واقعہ، قول، فعل یا موقف میں کوئی سخت معاملہ بھی ہو جس پر پہلے پردہ تھا تو پھر بھی مناسب یہی ہے کہ اسے ابھارنے میں مبالغہ سے کام نہ لیا جائے بلکہ اشارہ و

کنایہ ہی کافی ہے تاکہ وہ توجہ کا مرکز نہ بن جائے اور حقیقت کا علم بھی ہو جائے۔
 ہر مسلمان کو ضرورت ہے کہ وہ لوگوں کی قدروں اور معیاروں پر نظر رکھتا ہو اور ان
 کے احوال و منازل کی اسے پہچان ہوتا کہ اس کے مطابق بقدر ضرورت لکھے اور کم درجہ کو
 بلند درجہ نہ بنائے اور بلند مرتبہ کو اس کے مرتبہ سے نہ گرائے۔^①



بے حقیقت باتیں کرنے سے گریز پر ابن حجر رحمۃ اللہ کی نصیحت

یہ ایک نہایت ہی فاحش غلطی ہے کہ جو کہ بہت ہی خطرناک بھی ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے باتیں سنیں اور بغیر تحقیق ہی انھیں قبول کر لیں اور یہ سن کر ہی محبت و بغض کی بنیاد بنالیں اور اسے ہی مدحت و مذمت کا معیار قرار دیں ایسا کرنے سے بے شمار غلط اُمور سر اٹھاتے ہیں جن کا انجام ندامت کے سوا اور کچھ نہیں۔ بہت سارے اُمور جن کا حقیقت سے کچھ واسطہ نہیں کلی طور پر عام ہو جاتے ہیں یا ان میں حقیقت بہت ہی کم ہے مگر جھوٹ موٹ کی آمیزش سے انھیں بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایسا خاص طور پر ان لوگوں سے سرزد ہوتا ہے جو بات نقل کرنے میں کسی قسم کی پروا نہیں کرتے یا پھر ہوا و ہوس سے کام لینے میں معروف ہیں۔

اس لیے ہر صاحب عقل و دانش پر یہ لازمی ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق اور احتیاط سے کام لے اور جلد بازی سے گریز کرے۔ اسی کے ذریعہ آدمی کے دین اور سمجھداری اور عقل و دانش کی پہچان ہوتی ہے۔



تحقیق کی تاکید از شیخ عبدالرحمن سعدی

علمائے کرام سے علم غور سے سنو! اور بغیر تحقیق ایک دوسرے کی تصدیق مت کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کا آپس میں شدید فرق ہوتا ہے جیسا کہ سائنڈوں کا آپس میں لڑتے ہوئے فرق ہوتا ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی خوبصورت نصیحت:

ایک طالب علم کے لیے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ وہ تعصب اختیار نہ کرے اور انصاف پسند رہے۔

ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقت پسندانہ تبصرہ:

کینہ، حسد اور بے فائدہ غیرت کی وجہ سے دوستوں، دشمنوں، اور بزدلوں کے درمیان دل میں ایسے خیالات جنم لیتے ہیں جن کا تدارک ممکن نہیں (تراجم) وہ کتابیں جن میں لوگوں کی زندگی کے حالات تحریر ہوتے ہیں یہ ہماری بات پر گواہ ہیں۔

ہم انھیں پاتے ہیں ان میں سے ایک اپنے ساتھی پر عیب لگاتا ہے یا اس کی تنقیص کرتا ہے۔ یا جب اسے کوئی نقصان پہنچے تو یہ خوش ہوتا ہے یہ ساری باتیں خواہش پرستی، اور نفس پرستی اور شیطان پرستی پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں اس سے عافیت و سلامتی میں رکھے۔



ابراہیم حازمی بہت خوب بیان دیتے ہیں

لوگوں کے بارے میں بات کرنے اور ان پر تنقید کرنے اور ان کی عدالت و جہالت بیان کرتے ہوئے چند امور کے تقاضا کو مد نظر رکھا جائے۔

① یہ ہے کہ جو ان کے بارے میں لب کشائی کرتا ہے وہ لوگوں کے مراتب اور ان کے منحرف ہونے اور اعتدال پر ہونے کے احوال کی پہچان رکھتا ہو اور ان کے اقوال و افعال کا ماہر ہو۔

② یہ آدمی تقویٰ و طہارت سے متصف ہو، عصبیت اور ہوا و ہوس سے کنارہ کش ہو اور تساہل پسندی سے خالی ہو، اور نفسانی اغراض سے دور ہو اور عدالت و اتقان کا حامل ہو۔

③ اور جو آدمی لوگوں کے بارے میں بات کرے اسے جرح و تنقید کے اسباب سے آشنائی ہو اگر یہ ایسا نہ ہو تو پھر جس کے بارے میں یہ تنقید کرے گا وہ قبول نہ ہوگی اور یہ غیبت کا ارتکاب کرنے والا ہے اور یہ ایک حرام کام کا مرتکب ہوگا۔



حافظ ابن ناصر الدین دمشقی کی رائے

فرماتے ہیں کوئی بھی شریف اور عالم اور صاحب فضل ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی عیب نہ ہو، لیکن بعض لوگ اتنے ممتاز درجہ کے ہوتے ہیں ان کے عیوب کا تذکرہ نہ کرنا ہی مناسب ہوتا ہے۔^①

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے اس بارے میں پسند و ناصح:

جو شریعت کا علم رکھتا ہے اور حالات و واقعات سے روشناس ہے وہ یہ بات قطعی طور پر جانتا ہے کہ جلیل القدر آدمی جو اسلام میں صالحیت کے ساتھ قدم رکھتا ہے اور اس کے اچھے اثرات ہیں۔ یہ اسلام اور اہل اسلام کے نزدیک بڑے مکان و مرتبہ والا ہوتا ہے۔

اس سے کبھی کسی طرح زبان سے ہفوات و فضولیات سرزد ہو جائے یا اس کا قدم لغزش کھا جائے تو وہ معذور تصور ہوگا، بلکہ اگر اس نے درست رہنے کا اجتہاد کیا ہو تو یہ لغزش کے باوجود اجر کے قابل ہے یہ جائز نہ ہوگا اسے ذلیل کرنے کا پیچھا کیا جائے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اسے اس کے مقام و مرتبہ سے گرایا جائے اور نہ ہی امامت سے ہٹایا جائے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت اسی طرح جاگزیں رہنی چاہیے۔^②

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے تاثرات:

اعلام الموقعین: ۲۸۳/۳ پر فرماتے ہیں، جو ہوا و ہوس کے پجاری ہیں، انھیں ان

② اتہامات کا ذبہ، ص ۲۰.

① الرد الوافر، ص: ۳۷.

کی خواہش پرستی نے اندھا اور بہرا کر رکھا ہوتا ہے۔ وہ یہ سامنے نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے اور اس کے رسول ﷺ کا کیا مطالبہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی سے راضی نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور رسول اکرم ﷺ کی ناراضی سے کسی سے ناراض ہوتے ہیں۔ بلکہ جب ان کی خواہش پوری ہو جائے تو خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ حاصل نہ ہو تو غضبناک ہو جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا تجزیہ:

میرے بھائیو! جان رکھو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا والے کام سرانجام دینے کی توفیق دے اور ہمیں ان خوش نصیبوں میں سے کر دے جو اس سے اس طرح ڈرتے ہیں جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

یہ بات یاد رکھیں، علمائے کرام کا گوشت زہریلا ہے۔ اور جوان کے مرتبہ و مقام میں ہتک عزت کے ذریعہ تنقیص کرتا ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے اصول سب جانتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جس عیب سے یہ بری ہیں وہ ان میں بیان کرنا ایک عظیم جرم ہے۔

ان کی عزتوں تک جھوٹ اور افتراء پردازی میں دست درازی کرنا ایک بُرے انجام والا عمل ہے۔ اور ان میں سے جسے اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے ان کے علم کو مات دینے کے لیے اختلاف کرنا ایک بُری عادت ہے۔ اور نبی ﷺ نے جو غیبت گوئی سے منع کیا ہے اس کا مرتکب ہونا ایک بہت ہی خطرناک جرم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ۶۳)

”پس چاہیے کہ ڈر جائیں وہ لوگ جو اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں یہ

کہ وہ فتنہ سے دوچار ہوں یا انھیں دردناک عذاب پہنچے۔“ ①

امام ابن عساکر کا بیان:

امام صاحب (تبیین المفتری، ص: ۲۹) پر رقم طراز ہیں کہ زنجیری فرماتے ہیں:

إِذَا سَأَلُوا عَنْ مَذْهَبِي لَمْ أُبِحْ بِهِ
وَأَكْتَمْتُهُ كِتْمَانَهُ لِي أَسْلَمَ

”جب یہ مجھ سے میرے مذہب کے متعلق سوال کریں گے تو میں اسے ظاہر نہ کروں گا۔ بلکہ میں اسے چھپاؤں گا۔ اسے چھپانا ہی میرے لیے زیادہ سلامتی والی بات ہے۔“

فَإِنْ حَنْفِيًّا قُلْتُ: قَالُوا بِأَنِّي
أُبِيحُ الطَّلَا وَهُوَ الشَّرَابُ الْمُحَرَّمُ

”پس اگر میں کہوں کہ میں حنفی مذہب کا پیروکار ہوں تو وہ یقیناً مجھے کہیں گے کہ میں انگور سے تیار شدہ شراب کو حلال قرار دیتا ہوں جو کہ حرام ہے۔“

وَإِنْ مَالِكِيًّا قُلْتُ قَالُوا بِأَنِّي
أُبِيحُ لَهُمْ أَكْلَ الْكِلَابِ وَهُمْ هُمْ

”اور اگر میں کہتا ہوں میں مالکی ہوں تو وہ کہیں گے میں ان کے لیے کتے کھانے کی اجازت دیتا ہوں یہ ان کا وہم ہے۔“

وَإِنْ شَافِعِيًّا قُلْتُ قَالُوا بِأَنِّي
أُبِيحُ نِكَاحَ الْبَنَاتِ وَالْبَنَاتُ تُحَرَّمُ

”اور اگر میں کہتا ہوں کہ میں شافعی ہوں تو یہ کہیں گے بے شک میں بیٹی سے نکاح جائز کرتا ہوں۔ جب کہ بیٹی سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔“

وَإِنْ حَنْبَلِيًّا قُلْتُ قَالُوا بِأَنِّي
ثَقِيلُ حُلُولِي يَعِیْضُ مَجْسَمُ

”اور اگر میں کہتا ہوں کہ میں حنبلی ہوں تو یہ مجھے کہیں گے بے شک میں کندز بن حلوی ہوں (جو ہرشی میں اللہ تعالیٰ کے اُترنے کے قائل ہیں) اور سرپائے ناپسندیدگی ہوں۔“

وَإِنْ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَحِزْبِهِ
يَقُولُونَ تَيْسٌ لَيْسَ يَذْرَى وَيَفْهَمُ

”اور اگر میں کہتا ہوں کہ میں اہل حدیث گروہ سے ہوں تو یہ کہتے ہیں یہ ایک سانڈ ہے جو نہ تو کچھ جانتا ہے اور سمجھتا ہے۔“

تَعَجَّيْتُ مِنْ هَذَا الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ
فَمَا أَحَدٌ مِّنَ أَلْسِنِ النَّاسِ يَسْلَمُ

”میں اس زمانہ اور اہل زمانہ سے تعجب میں مبتلا ہوں کہ لوگوں کی زبانوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔“

وَأَخَّرَنِي دَهْرِي وَقَدَّمَ مَعَشَرًا
عَلَى أَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ وَأَعْلَمُ

”میرے زمانہ نے مجھے پیچھے دھکیل دیا اور ایسے گروہ کو آگے کر دیا کہ بے علم ہیں حالانکہ میں ان سے زیادہ علم والا ہوں۔“

ایک شاعر نے کہا:

شَرُّ الْوَرَى مَنْ بَعِيَ النَّاسَ مُشْتَغِلًا
مِثْلُ الدُّبَابِ يَرَاعِي مَوْضِعَ الْعِلَالِ

”وہ شخص مخلوق میں سے بدترین ہے جو لوگوں کے عیوب نکالنے میں مصروف ہے۔ وہ اس مکھی کی مانند ہے جو بیماری والی جگہ دیکھ کر اس پر بیٹھتی ہے۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

قُلْ لِلَّذِي بَصُرُوفِ الدَّهْرِ عَيْرَنَا
هَلْ حَارَبَ النَّاسَ إِلَّا مَنْ لَّهُ خَطَرٌ

”اسے کہہ دو جو گردشہائے زمانہ کی ہمیں عار دلاتا ہے لوگ اسی سے ٹکراتے ہیں جس کی شان ہوتی ہے۔“

أَمَّا تَرَى الْبَحْرَ تَعْلُو فَوْقَهُ جَيْفٌ
وَيَسْتَقِرُّ بِأَفْضَى قَعْرِهِ الدُّرُّ

”کیا تم دیکھتے نہیں کہ مردار سمندر کی اوپر والی سطح پر بلند ہو جاتا ہے، اور اس کی گہرائی کی انتہاء میں موتی موجود ہوتے ہیں۔“

فَإِنْ تَكُنْ عَبَثَتْ أَيْدِي الرِّعَاعِ بِنَا
وَنَالْنَا مِنْ تَمَادِي جَهْلِهِمْ ضَرُّ

”اگر کم عقل لوگوں کے ہاتھ ہم سے کھیل کر گئے تو ان کی جہالت و سرکشی ہمارے لیے نقصان رساں ہوگی۔“

فَفِي السَّمَاءِ نُجُومٌ لَا عِدَادَ لَهَا
وَلَيْسَ يَخْسِفُ إِلَّا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

”آسمان میں لاتعداد ستارے ہیں مگر گرہن زدہ صرف آفتاب یا مہتاب ہی ہوتا ہے۔“

وَكَمَ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ خَضِرَاءَ مُورِقَةٍ
وَلَيْسَ يُرْجَمُ إِلَّا مَالُهُ ثَمَرُ

”زمین میں کئی پتوں والے سرسبز و شاداب درخت ہیں مگر پتھر اسی پر پھینکے جاتے ہیں جس پر پھل ہوتا ہے۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

حَسَدُوا الْفَتَىٰ إِذْ لَمْ يَنْأَلُوا سَعِيَهُ
فَالْقَوْمُ أَغْدَاءُ لَهُ وَخُصُومُ

”یہ لوگ اس بہادر نوجوان کا حسد کرتے ہیں کیوں کہ اس جیسی ان سے
تک و دو نہیں ہوتی اس لیے قوم اس کی دشمن ہو جاتی ہے اور اس سے
جھگڑنے لگتی ہے۔“

وَتَرَى اللَّيِّبَ مُحْسَدًا لَمْ يَجْتَدِمْ
شَتَمَ الرِّجَالِ وَعَرَضَهُ مَشْتُومُ

”تم یہ دیکھو گے کہ ایک عقل مند کا حسد کیا جاتا ہے حالانکہ اس نے آدمیوں
کو گالیاں دینے کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہوتا مگر اس کی عزت سب و شتم
کا نشانہ بنتی ہے۔“

كَغَرَّائِرِ الْحَسَنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا
حَسَدًا وَبُغْضًا إِنَّهُ لَدَمِيمٌ

”اس حسین عورت کی مانند جس کی سوتیلیں اس کے چہرے کو جو کہ تابدار ہے
حسد و بغض سے بد شکل کہتی ہیں۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

وَلَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ سَالِمًا
وَلَوْ أَنَّ ذَاكَ النَّبِيَّ الْمُطَهَّرُ

”لوگوں کی زبانوں سے کوئی بھی سلامت نہیں اگرچہ پاک و مطہر پیغمبر ﷺ
ہی کیوں نہ ہو۔“

فَإِنْ كَانَ مِقْدَامًا يَقُولُونَ أَهْوَجُ
وَإِنْ كَانَ مِفْضَالًا لَّقَالُوا مُبْدِرُ

”اگر پیش قدمی کرنے والا ہو تو کہتے ہیں بے وقوف بہادر ہے اور اگر سخاوت کرے تو کہتے ہیں فضول خرچ ہے۔“

وَإِنْ كَانَ سَكِينًا يَقُولُونَ أَبْغَمٌ
وَإِنْ كَانَ مِنْطِيقًا يَقُولُونَ مُهَذَّرٌ

”اگر کوئی خاموش رہے تو کہتے ہیں یہ گونگا ہے اور اگر باتونی ہو تو کہتے ہیں بکواس کرتا ہے۔“

وَإِنْ كَانَ صَوَّامًا وَبِاللَّيْلِ قَائِمًا
يَقُولُونَ زَوَّارٌ يَرَائِي وَيَمْكُرُ

”اگر روزہ دار اور شب زندہ دار ہو تو کہتے ہیں ایک جھوٹا ہے ریاکار ہے اور مکار ہے۔“

فَلَا تَكْثُرَنَّ بِالنَّاسِ فِي الْمَدْحِ وَالثَّنَاءِ
وَلَا تَخْشَ غَيْرَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

”پس لوگوں کی مدح سرائی اور تعریف پر زیادہ اعتماد مت کیجیے اور غیر اللہ سے نہ ڈریں اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اس پر اعتماد کریں اور اسی سے ڈریں۔“



یہودیوں نے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور باطل باندھا اس کا تذکرہ

یہودی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں ذرہ برابر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ نے سو برس کے بعد زندہ کیا تو انھوں نے ان پر زبانی تورات تلاوت کی جب کہ یہ لوگ اسے زبانی نہ پڑھ سکتے تھے۔ اس بنیاد پر انھوں نے انھیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَمْرُوآ إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا﴾ (التوبة: ۳۱)

”یعنی انھیں ان کی تورات میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ صرف معبود ایک ہی ہے۔“
مگر انھوں نے احکام تورات میں تحریف کی اور اپنی ہوا و ہوس پر عمل پیرا ہو گئے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يَحْرِفُونَ الْكَلِمَةَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ﴾ (المائدة: ۴۱)

”یہودیوں میں سے وہ بھی ہیں جو جھوٹ بہت زیادہ سنتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے یہ کلمات کو ان کے مقامات سے تبدیل کرتے ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جس طرح کہ انسان کا بیٹا ہوتا ہے۔ ان کی اس بات سے تو اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند و بالا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ (التوبة: ۳۰)

”یہودیوں نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں یہ ان لوگوں کی بات کے مشابہ ہو گئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا اللہ تعالیٰ انہیں برباد کرے یہ کیسے بہک گئے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ قِنْتُونَ﴾ (البقرة: ۱۱۶)

”انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے وہ پاک ہے بلکہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے ہر ایک اس کے لیے فرمانبردار ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ﴾

(المؤمنون: ۹۱)

”اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اگر

ہوتا تو ہر معبود جو اس نے پیدا کیا ہے اسے لے لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھ آتے اللہ تعالیٰ پاک ہے اس چیز سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔“

یہودیوں نے اللہ تعالیٰ پر بہت زیادہ افتراء پردازیاں کی ہیں جو کہ ان کی تورات میں موجود ہیں۔ ان پر وہی کچھ نازل ہوا جس کے یہ مستحق ہیں۔

(۱).....تورات اس من گھڑت نظریہ کی یہ تصویر پیش کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جسم ہے جس طرح کہ مخلوق کا جسم ہے وہ یہودیوں کے سامنے چلتا ہے وہ اسے رات اور دن میں دیکھتے ہیں۔^①

ان کے سامنے رب تعالیٰ دن کو بادل کے ستون میں چلتے ہیں تاکہ انھیں راہ دکھائیں اور رات کو آگ کے ستون میں چلتے ہیں تاکہ ان کے لیے روشنی کریں۔

بلکہ تورات نے سفر تکوین میں یہ ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ جو لوگ کھاتے ہیں وہ بھی کھاتے ہیں اور جو لوگ پیتے ہیں وہ بھی پیتے ہیں اور لوگوں کی مانند پانی سے غسل کرتے ہیں۔

بتائیں! کوئی عقل مند مسلمان یا غیر مسلم اس قسم کی ردی اور گری ہوئی باتوں پر کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ اور یہ کلام اس کے مقابلہ میں جو قرآن پاک اپنے خالق کی نزاہت و طہارت بیان کرتا ہے پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ قرآن پاک تو وہ کتاب ہے جس میں کسی طرف سے بھی جھوٹ کی آمیزش ممکن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشورى: ۱۱)

”اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سنے والا دیکھنے والا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

الْخَبِيرُ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

”اُسے آنکھیں نہیں پاسکتیں وہ پالیتا ہے وہ باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ اتَّخَذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ (الانعام: ۱۴)

”کہہ دو کیا اللہ کے سوا میں ولی بناؤں جو کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے وہ کھلاتا ہے اسے کھلایا نہیں جاتا۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جلال و کمال کی تمام صفات سے متصف ہے۔ وہ نقائص سے پاک ہے اور جو اسے مخلوق کے مشابہ قرار دیتا ہے وہ اپنے گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے اس نے سخت ترین کفر کیا ہے۔

یہودیوں نے اللہ تعالیٰ پر یہ تہمت بھی لگائی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فقیر ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ﴾ (آل عمران: ۱۸۱)

”البتہ تحقیق سن لی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُ اللَّهِ مَبْسُوطَةٌ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (المائدة: ۶۴)

”اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھ بندھ جائیں اور ان کی اس بات کی وجہ سے یہ لعنت کیے گئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ

کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے وہ خرچ کرتا ہے۔“

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی یہ کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے خطا سرزد ہوتی ہے جیسا کہ انسان سے خطا ہوتی ہے اور وہ بندوں کی مانند اپنی خطاؤں پر ندامت کا اظہار کرتا ہے۔ تو رات میں ہے رب تعالیٰ اس شر پر پشیمان ہوئے جو اس نے کچھ کرنے کا کہا تھا۔^①

بلکہ انھوں نے یہاں تک بے شرمی کا مظاہرہ کیا ہے کہ ظلم کی نسبت اس کی طرف کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے نہایت ہی اعلیٰ ہیں۔^②

بلکہ یہودی یہاں تک کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ حصہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور دوسروں پر انھیں برتری دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس دعویٰ کی تردید کی ہے۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصْرِيُّ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ﴾ (المائدة: ۱۸)

”یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو اگر ایسا ہے تو پھر وہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں کرتا ہے بلکہ تم اس کی مخلوق کی طرح ایک بشر ہو جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ

① سفر الخروج: ۳۲.

② سفر آرمیاہ: ۱۹، سفر سمویل: ۳۶.

النَّاسَ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا
بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۷﴾ (الجمعه: ۶-۷)
”کہہ دو، اے لوگو! جو یہودی ہوئے اگر تمہارا گمان ہے کہ تم دوسرے
لوگوں کے سوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔
یہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا نہ کریں گے اس کے سبب کہ جو ان کے ہاتھوں
نے آگے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جاننے والا ہے۔“

علاوہ ازیں کئی تہمتیں اور جھوٹ ہیں جو یہودیوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر تراشے
ہیں۔ ان کی نام نہاد خود ساختہ تورات میں (یہ ہم نے تحریف کے بعد کے لحاظ سے کہا
ہے تحریف سے پہلے تو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے) میں موجود ہیں۔ جو ان کے شرانگیز
نفوس اور مادی اور دنیاوی رجحانات، اور ان کے کینہ پرور ذہن کی پیداوار ہے۔ اللہ
سبحانہ و تعالیٰ ان کے اوهام اور افتراء پر دازی سے بری ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں ضرور
گھیرنے والے ہیں۔



یہودیوں نے جو انبیائے کرام علیہم السلام پر بہتان بازی کی اس کا بیان

یہودی ایک بہتان باز قوم ہے ان کا یہ وصف بدان کے حالات کو جاننے والے جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ ابو الفضل مالکی مسعودی کی ایک کتاب ہے: (مَا افْتَرَاهُ الْيَهُودُ الْأَشْرَارُ عَلَى أَنْبِيَاءِ اللَّهِ الْأَبْرَارِ كَالْمَسِيحِ وَصَفَوْتَهُ الْأَطْهَارُ) ”کہ ان شریر یہودیوں نے جو نیکو کار انبیاء علیہم السلام پر افتراء پردازی کی ہے جیسا کہ مسیح علیہ السلام اور دیگر پاکیزہ منتخب انبیاء علیہم السلام ہیں۔“ اس میں انھوں نے جو ان یہودیوں نے نیکو کار انبیاء کرام علیہم السلام پر جھوٹی افتراء پردازیاں کی ہیں ان کا کافی زیادہ ذکر کیا ہے۔

اسی طرح کتاب ”الفصل فی الملل والنحل“ میں علامہ ابو محمد بن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے بھی انھیں کثرت سے ذکر کیا ہے اور ان کی مفصل طور پر اور مضبوط طریقہ سے تردید کی ہے۔ عنقریب ہم ان دونوں کتابوں سے کچھ چیزیں نقل کریں گے۔

(۱)..... جو انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ذبح ہونے والے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اسماعیل علیہ السلام نہ تھے۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے اور نامعقول بات ہے۔
ہم نے (مؤلف نے) علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب (القول الفصیح فی

تعین الذبیح) کی تحقیق کے مقدمہ میں واضح کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں سورت صافات میں آتا ہے بلکہ تورات میں بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرو۔

(۲)..... ان کا دعویٰ ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام سوئے تھے ان کا ستر کھل گیا تو ان کا بیٹا حام ہنسنے لگا تو آپ علیہ السلام نے اس پر اور اس کی نسل پر بددعاء کی اس وجہ سے یہ حبشی رنگت والے ہو گئے۔

حالانکہ یہ عوامی بات ہے اس کی مستند دلیل کوئی نہیں کتاب و سنت میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ بلکہ یہ موضوع من گھڑت روایت ہے۔

(۳)..... ان کا یہ جھوٹ بھی ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں انھوں نے اپنے باپ لوط علیہ السلام کو نشہ پلایا اور ان کے ساتھ لیٹ گئیں انھوں نے ان سے ہمبستری کی تو ان سے دو بچے پیدا ہوئے۔

یہ ایک بہتان اور جھوٹ کا پلندہ ہے جس کے یہ مستحق ہیں اللہ تعالیٰ انھیں اس کے مطابق کر دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام سے برائی دور کر دے اور انھیں یہودیوں کی سازش سے بچائے اور ان کی قوم کی برائی سے بھی بچائے جو اس سخت دن میں تنگ کرتی رہی اور آج کس طرح یہ پردہ دری کر رہے ہیں۔ یہ ایک جھوٹ ہے اور محال ہے اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم السلام اس سے بری ہیں۔

(۴)..... یہ بھی بہتان تراشی کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا پہلا بیٹا روبیل اس نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی لونڈی سے زنا کیا تو انھوں نے وفات کے وقت اسے اس حصہ سے روک دیا جو وہ پہلوٹے بیٹے کو دیتے تھے۔ یہ جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام پر بہتان طرازی ہے وہ ایسے رذیل کاموں سے کوسوں دور تھے۔

(۵)..... ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے

بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، جس کا نام تمار تھا اور اپنی انگوٹھی اور لاٹھی اس کے پاس گروی رکھی۔ وہ پھر حاملہ ہوئی یہ بات مشہور ہوئی اس کے باپ کی نصیب وری اور دعاء سے ملک اور نبوت دونوں اس کی نسل میں رہے یہ بڑے فخر اور فضل کی بات ہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے تورات کی تعظیم کی جس طرح وحی کی تعظیم ہوتی ہے نسل در نسل یہ بھی یہود پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں سچ فرماتے ہیں۔

﴿وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (آل عمران: ۷۵)

”یہ اللہ تعالیٰ پر جانتے ہوئے پھر جھوٹ کہتے ہیں۔“

ان کے علاوہ کئی پیغمبر ﷺ ہیں جو ان کے خلاف باتیں بناتے ہیں اور بہتان لگاتے ہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام پر چوری کی تہمت لگاتے ہیں جو کہ نہایت ہی بدنما تہمت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مطہرہ پر جھوٹ کا طوفان باندھتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر شعبدہ بازی اور جادو کی تہمت لگاتے ہیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے سپہ سالار کی بیوی حاصل کرنے کے لیے اس سے دھوکہ کیا۔

مختصر یہ کہ ان کی رسوا کن باتیں بہت ہیں اور ان کے ہولناک اقوال شہرت یافتہ ہیں۔ کفر میں ان کے کئی مذاہب احوال اور گھاٹ ہیں یہ تو ہم نے ابھی دریا سے قطرہ پیش کیا ہے اور بہت کم ہے جو ان نانبجاریوں یہودیوں نے افتراء پردازیاں اور رسوائیاں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور انبیاء علیہم السلام کے خلاف بیان کی ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔



سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بہتان کا ازالہ

بعض ادیبوں نے اپنی کتابوں میں عنوان باندھا ہے اور یہ بات بہت مشہور و معروف کر دی گئی کہ ”جس نے خطبہ دیا اور اس پر بات دشوار ہو گئی۔“

ابن سعد (طبقات) میں باسند بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جب بیعت کی گئی تو لوگوں کے سامنے آئے انھیں خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: لوگو! بے شک پہلی سواری دشوار ہے اور آج کے بعد کئی ایام ہیں۔ اور اگر میں زندہ رہا تو خطبہ اپنی اصلی صورت میں آئے گا، اور ہم خطباء میں سے نہیں ہیں۔ عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ علم دے گا۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے کیوں کہ اس میں محمد بن عمرو واقدی ہے یہ علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ یہ تاریخ مدینہ میں ابن شبہ نے احمد بن شہبویہ عن سلیمان بن صالح عبد اللہ بن مبارک، جریر بن حازم سے بیان کیا ہے۔ کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جب بیعت ہوئی تو کھڑے ہوئے مگر بات نہ کر سکے اور کہا: اما بعد! پھر کوئی بات نہ کر سکے اور کہا: ان شاء اللہ عنقریب ہوگا۔

یہ سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں احمد بن شہبویہ ہے یہ مجہول ہے ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں باسند ذکر کیا ہے اور اس کے الفاظ اور ہیں۔ کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلے جمعہ کا خطبہ دیا یہ اس وقت کی بات ہے جب خلافت کے سر پرست ہوئے اور منبر پر بلند ہوئے اور کہا:

الحمد للہ تو زبان رک گئی اور کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقام کے لیے کلام تیار کرتے تھے۔ اور تم ایک ایسے امام کے زیر اثر ہو جو بہت فعال ہے بہت

باتوئی ہے۔ عنقریب تمہارے پاس اس کے بعد خطبات آئیں گے۔ اور میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور نیچے اترے اور انھیں نماز پڑھائی۔ اس واقعہ کو عینی نے البنائیہ میں، کاسانی نے بدائع الصنائع میں، مرغینانی نے ہدایہ میں، ابن وشاء نے، الفاضل فی صفۃ الأدب الکامل، میں ماوردی نے، الحاوی الکبیر، میں ابن عبدالبر نے بہجة المجالس میں بیان کیا ہے مگر یہ بھی بے سند بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ دین میں بات وہ قبول کی جاتی ہے جو باسند ہو۔ اور درج ذیل علمائے کرام کی جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والے اس قصہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۱) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بعض لوگ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب جمعہ کا پہلا خطبہ دیا تو وہ اس میں حواس باختہ ہو کر اڑ گئے تھے انھیں یاد نہ رہا تھا۔ میں نے کیا کہنا ہے۔ یہ بات العقد کے مؤلف نے ذکر کی ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض نے ذکر کی ہے جو عجائبات بیان کرنے کے دلدادہ ہیں۔ لیکن طبیعت کو پرسکون کرنے والی سند کے ساتھ یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

(۲) حافظ زلیعی رحمہ اللہ اپنی عمدہ کتاب (نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ) میں فرماتے ہیں، یہ ضعیف ہے۔

(۳) علامہ ابن ہمام ”شرح فتح القدر“ میں لکھتے ہیں یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والا قصہ کتب احادیث اور کتب فقہ میں غیر معروف ہے۔

علاوہ ازیں واقعہ میں عقلی نقص بھی ہے وہ یہ ہے کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو انھوں نے ایک نہایت ہی تفصیلی خطبہ ارشاد فرمایا۔ تاہم اس کی سند میں بھی ضعف ہے۔ مگر جو اس جھوٹے قصہ میں ہے یہ اس کی تردید کرتا ہے کہ آپ بات یا خطبہ مکمل نہ کر سکے۔ ❶

❶ قصص لا ثبت، ص: ۱۳/۲ مشہور بن حسن .

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر بزدلی کی تہمت کی تردید

شاعر رسول ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خبر مشہور کر دی گئی ہے کہ یہ بزدل تھے۔

پہلے تو ہم یہ خبر نقل کرتے ہیں بعد میں ان شاء اللہ واضح کریں گے کہ یہ صحیح نہیں۔
(۱)..... جس روایت میں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی ذکر کی جاتی ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔ ام عروہ بنت جعفر بن زبیر بن عوام اپنے باپ سے اور پھر دادا سے بیان کرتی ہیں کہ اُحد کے دن رسول کریم ﷺ نے جب خواتین کو مدینہ کے اندر چھوڑا تو انھیں ایک بلند چوٹی پر رکھا تھا۔ ان خواتین میں سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اور ان میں پیچھے سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو بھی چھوڑا تھا، اچانک ایک مشرک ان خواتین پر داخل ہوتا ہے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: اس آدمی کو مارو تو انھوں نے بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے تلوار لی اور مشرک کو ماری حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔

پھر انھوں نے اسے مارنے کی رسول اکرم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے مال غنیمت کا حصہ دیا۔ یہ خبر ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء ۵۱۲/۲ میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

تاہم یہ واقعہ مسلسل ضعیف اور مجہول راویوں پر مبنی ہے۔ ام عروہ بنت جعفر غیر معروف ہے یہ مجہول ہے اور ام عروہ کا والد بھی غیر معروف ہے لہذا یہ روایت سخت ترین ضعیف ہے، قابلِ حجت نہیں۔

اس روایت کی ایک اور سند بھی ہے جو یہ ہے، یونس بن بکیر، ہشام، عن ابیہ، صفیہ رضی اللہ عنہا کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حسان رضی اللہ عنہ اُٹھو! اور اسے ختم کر دو کیوں کہ میں خاتون ہوں یہ مرد ہے۔ میں تو مار نہیں سکتی، کہنے لگے مجھے اسے مار کر اس کا مال لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ❶

مگر یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس میں ہشام اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں۔ اور یہ اس سند سے بھی وارد ہوئی ہے۔ حسن بن علی، احمد بن زہیر، زبیر، علی بن صالح، عبداللہ بن مصعب۔

اس میں ہے۔ ایک یہودی آیا جو قلعہ کی جانب اوپر چڑھ رہا تھا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا حسان رضی اللہ عنہ مجھے تلوار دو تو انھوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو تلوار دی جب یہودی قلعہ پر چڑھا تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے اسے قتل کر دیا۔ اسے اصفہانی نے ”الاغانی“ میں ذکر کیا ہے اور اصفہانی بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔ اور حسن بن علی بھی سخت ضعیف ہے۔ اور علی بن صالح بھی مجہول ہے۔ لہذا یہ حدیث بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔ میرے مسلمان بھائیو! سند و متن کے لحاظ سے یہ قصہ باطل ہے۔ یہ حدیث مضطرب ہے۔ ہر روایت دوسری سے مختلف ہے یہی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

اگر یہ سچا ہوتا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کے ساتھ دوسرے شاعر جو (مذمت) کرتے، جیسا کہ ضرار، ابن زبیری وغیرہ کی ہوئی تھی۔

شاعران سے مخالفت کرتے، اور ان کی باتوں کے جواب دیتے تھے، مگر کسی نے بھی انھیں بزدلی کی عار نہیں دلائی اور نہ ہی یہ عیب لگایا ہے۔

یہ بات بھی اس حدیث کے ضعف پر دلالت کرتی ہے اس لیے آپ کسی بھی فریب کا شکار نہ ہوں کہ اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ پر بزدلی کی تہمت لگانے والا خواہ کوئی بھی

ہو۔ واقدی ہو، ابن کلبی، ابن قتیبہ، البشیری ہو یہ بغیر تحقیق اور تفتیش کے ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں۔ ان میں سے واقدی ان کا سربرآوردہ ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ واقدی وسعت علمی کے باوصف کذاب ہے۔ اور کلبی بھی کذاب ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر یہ بزدلی کی تہمت تقریباً ۱۰۷ھ کی حدود میں لگی تھی۔ اسے ضعیف قرار دینے والے علماء درج ذیل ہیں۔

(۱)..... ابن عبدالبر نمری اندلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الدرر فی المغازی والسير) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲)..... عبدالرحمن سیلمی نے اپنی کتاب (الروض الأنف) میں اسے ضعیف کہا ہے۔

(۳)..... ابوذر حشتی نے اپنی کتاب (غریب السیرة) میں ضعیف کہا ہے۔

(۴)..... علامہ ابن السراج نے بھی اس تہمت کو غلط قرار دیا ہے۔

(۵)..... ڈاکٹر احمد لؤاسانی نے اپنی کتاب (نظرات جدیرہ فی تاریخ الأدب) میں ضعیف کہا ہے۔

(۶)..... شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو یہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ میں بزدلی کا وصف پایا جاتا تھا یہ جھوٹ ہے۔ صحیح نہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں یہ کہنا جائز ہے۔

یہ تو ایک مشہور صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے اشعار ان کی شجاعت پر دلالت کرتے ہیں اور جو بزدلی کا قصہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیان کرتے ہیں یہ بے اصل ہے۔

مزید حوالہ جات مجلہ المنہل ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ، مجلہ المجتمع الكويتیہ ذوالقعد ۱۳۹۲ھ نقض افتراءات احمد بن مسفر، حسان بن ثابت لم یکن حیانا (سلیمان خراشی میں دیکھیں۔

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر نفاق سے براءت کا بیان

یہ ہیں جلیل القدر صحابی ثعلبہ بن حاطب (رضی اللہ عنہ) جو کہ فاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اور بدری ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ اتنے فضائل کے باوجود ضعیف اور موضوعاً حدیث کے سبب ان پر ایک بہت بڑی تہمت لگائی گئی ہے کہ یہ نفاق والے تھے۔ حالانکہ یہ اس منافقت سے مکمل طور پر بری ہیں۔

قصہ گو واعظوں نے اسے غنیمت سمجھ کر عوام کے سامنے بیان کیا ہے اور اس قصہ کا نام رکھا ہے: ”حمامۃ المسجد“ (مسجد کے کبوتر)

درج ذیل آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ذکر کیا ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَٰعَلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمٍ یَّلْقَوْنَہٗۤ ۝ بَٰٔاۤ اَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بَٰٔاۤ کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝﴾

(التوبة: ۷۵-۷۷)

”ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اگر وہ ہمیں اپنا فضل (مال) دے گا تو البتہ ضرور ہم صدقہ کریں گے، اور نیکوں میں سے ہو جائیں گے، پس جب اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا فضل دیا تو انہوں نے اس کے ساتھ بخل کیا اور منہ پھیر لیا پس ان کے پیچھے ان کے دلوں میں

نفاق پیدا کیا اس دن تک جب یہ اسے ملیں گے۔ اس وجہ سے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور انھوں نے جھوٹ بولا۔“

قارئین کرام! ہم اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے اور پھر ہم متن اور سند کے لحاظ سے اس کی عدم صحت اور ضعف کی وضاحت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے مال سے نوازے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثعلبہ رضی اللہ عنہ! یہ مطالبہ بہت ہی افسوسناک ہے تھوڑا مال ہو جس کا تم شکر ادا کر سکو اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا تم شکر یہ ادا نہ کر سکو۔

مگر ثعلبہ رضی اللہ عنہ پھر آئے، اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے وہ مجھے مال دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے اپنے لیے اُسوۂ حسنہ بناؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی میری جان جس کے ہاتھ میں ہے، اگر میں چاہوں تو پہاڑ سونا اور چاندی بن کر میرے ساتھ چلیں تو یہ چلنے لگیں۔

لیکن اس کے بعد پھر آگئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے وہ مجھے مال دے۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال عطاء کرے گا تو میں ہر حق والے تک اس کا حق پہنچاؤں گا۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء کی: اے اللہ! ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مال عطاء کر، اے میرے اللہ! ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مال دے۔

انھوں نے ایک بکری خریدی اس سے اتنی زیادہ بکریوں کی نشوونما ہوئی جیسا کہ

کیڑے مکوڑوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

اب یہ نبی ﷺ کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے تھے دوسری ساری نمازیں اپنی بکریوں کے پاس پڑھتے تھے۔ بکریوں کی اور کثرت ہوئی اور اضافہ و ترقی ہوئی۔

تو وہ جود نمازیں آپ ﷺ کے ساتھ پڑھتا تھا وہ بھی نہیں پڑھتا تھا۔ اب صرف جمعہ میں حاضر ہنے لگا، بکریوں میں اتنا زیادہ اضافہ ہوا کہ اب جمعہ میں بھی حاضر نہ ہوتا تھا۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو لوگوں سے ملاقات کر کے حال احوال دریافت کر لیتا۔ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کا ذکر کیا اور فرمایا: ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے کیا کیا ہے۔

لوگوں نے بتایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے تو بکریاں اکٹھی کی ہیں ان سے وادی بھر گئی ہے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ)! بہت افسوس ہے تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ کہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے صدقہ والی آیات نازل کیں تو رسول اکرم ﷺ نے بنو سلیم میں سے ایک آدمی بھیجا۔ اور بنو جہینہ سے ایک آدمی بھیجا اور انھیں صدقات وصول کرنے والے جانوروں کی عمریں لکھ کر دیں کہ کتنی عمر والے جانور لینے ہیں۔ اور ان سے کہا: تم ثعلبہ بن حاطب (رضی اللہ عنہ) اور بنو سلیم کے ایک آدمی کے پاس آنا ان سے صدقات وصول کرنا۔ یہ دونوں گئے اور ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کی وصولی کا مطالبہ کیا اور اسے رسول اکرم ﷺ کا خط بھی پڑھوایا۔ تو وہ کہنے لگا یہ تو ایک ٹیکس ہے۔ تاہم تم ابھی آگے سے لے آؤ واپسی پر میرے پاس آنا۔

وہ گئے تو بنو سلیم والے نے جب سنا کہ یہ دونوں نبی ﷺ کے نمائندے ہیں تو بہترین عمر کے اونٹ اکٹھے کیے، اور صدقہ کے لیے دوسرے جانوروں سے علیحدہ کر دیے۔ اور انھیں ان دونوں نمائندوں کے پاس لے آیا۔ جب انھوں نے دیکھا یہ اونٹ تو بہتر ہیں ان سے جنھیں ہم نے بطور صدقہ لینا ہے تو اس نے کہا: یہی لے لو، میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔

جب یہ دونوں نمائندے لوگوں سے صدقہ وصول کر کے لائے واپسی پر وہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے تو اس نے کہا: مجھے وہ خط دکھاؤ، وہ لے کر پڑھا۔ اور کہا یہ تو بس ایک ٹکس ہے، تم جاؤ۔ میں سوچتا ہوں۔ وہ جب رسول اکرم ﷺ کے سامنے گئے تو آپ ﷺ نے ان سے بات کرنے سے پہلے ہی کہا۔ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) بہت افسوس ہے اور اس سُلمی کے لیے دعائے خیر کی۔ تو انھوں نے یعنی نمائندوں نے بتایا کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ کہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اوپر مذکور آیات نازل کیں۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی بیٹھا تھا جو ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کا رشتہ دار تھا۔ اس نے یہ سنیں تو وہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور کہا: ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) بہت افسوس ہے تمہارے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

اب ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نکلے اور نبی ﷺ کے پاس آئے اور صدقہ قبول کرنے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا صدقہ قبول کرنے سے منع کیا ہے۔

اب یہ اپنے اوپر مٹی ڈالنے لگے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ خود ہی تیرا کیا دھرا ہے تم نے میری بات نہیں مانی۔

جب رسول اکرم ﷺ نے اس کا صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تو یہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ رسول اکرم ﷺ نے وفات تک ان کا صدقہ قبول نہ کیا۔

پھر یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو یہ ان کے پاس لے کر آئے اور کہا رسول اکرم ﷺ کے ہاں میرا مقام تھا، اور انصار میں جو میرا مرتبہ و مقام ہے وہ بھی آپ جانتے ہیں مہربانی میرا صدقہ قبول کریں تو انھوں نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا میں قبول نہ کروں گا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان سے کہا: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ میرا صدقہ قبول کریں تو انھوں نے کہا: اسے رسول اکرم ﷺ نے قبول نہیں کیا اور نہ ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا ہے میں

قبول نہ کروں گا۔

پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والی خلافت ہوئے تو اس نے ان سے بھی صدقہ وصول کرنے کا کہا۔ انھوں نے کہا: اسے رسول اکرم ﷺ نے قبول نہ کیا اور نہ ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور نہ ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا ہے۔ اس لیے میں بھی اسے قبول نہیں کروں گا۔ اور ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئے۔ (ابن جریر تفسیر: ۱۰/۱۳۰، اسد الغابہ: ۱/۲۸۳، الاستیعاب ابن عبدالبر محلّی ابن حزم: ۱۱/۲۰۸، معجم کبیر طبرانی بیہقی فی الدلائل، فتح القدر: ۲/۳۸۵، ابن شاہین، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوشیخ عسکری، ابونعیم ابن مردویہ، ان سب نے معان بن رفاعہ، علی بن یزید، قاسم بن عبدالرحمن، حضرت ابوامامہ بابلی رضی اللہ عنہ والی سند سے بیان کیا ہے۔ تو یہ سند سخت ترین ضعیف ہے۔ علی بن یزید، ابوعبدالملک اُلبہانی ہے یہ بہت ہی ضعیف ہے۔ دارقطنی، نسائی، برقی اور اُزدی فرماتے ہیں یہ متروک ہے یہ ان راویوں میں سے ہے جسے متروک قرار دینے پر علمائے جرح و تعدیل کا اجماع ہے۔

اس کی ایک اور سند بھی ہے جو تفسیر ابن جریر: ۱۰/۱۳۵ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ لیکن اس میں مسلسل ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ نے ایک اور سند سے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ ۱۰/۱۳۲ اس میں عمرو بن عبید بصری راوی ہے یہ متروک ہے۔

اے میرے مسلمان بھائیو! آپ کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ قصہ سند کے لحاظ سے باطل ہے۔ اس کو روایت کرنے والے متروک اور ضعیف راوی ہیں۔ اور متن کے لحاظ سے اس کے غیر معتبر ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱)..... یہ قصہ قرآن پاک کے مخالف ہے۔ شریعت کے اصول ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانی یہ بتایا ہے کہ توبہ کرنے والے کی توبہ

قبول کی جاتی ہے خواہ اس کے گناہ زمین سے لے کر آسمان کی بھرائی تک ہی ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ کرنے سے مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندے کی توبہ غرارہ بخشنے سے پہلے پہلے یعنی روح حلق تک پہنچنے سے پہلے قبول کرتے ہیں۔

تویہ قصہ خود بتا رہا ہے کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پختہ توبہ کی تھی کہ وہ اپنا صدقہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے اور توبہ کو مضبوط کرتے ہوئے وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آئے مگر انھوں نے اس کی توبہ قبول نہ کی تو یہ معاملہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے والی جو آیات نازل کی ہیں ان کے خلاف ہے۔

(۲)..... یہ ان احادیث کے بھی مخالف ہے جو صحیح و ثابت ہیں اور موسیثیوں اور اونٹوں کی زکاۃ روکنے کی سزا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ جو زکاۃ روکے اس کا حکم ہے کہ اس سے زبردستی وصول کی جائے، بلکہ اس کا آدھا مال بھی ساتھ پکڑ لیا جائے۔ بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زکاۃ روکے ہم اس سے وصول کریں گے اور ساتھ اس کے آدھے اونٹ بھی قبضہ میں لے لیں گے۔^①

اور یہ قصہ اس بات کو بڑی تاکید سے بیان کرتا ہے کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹوں اور موسیثیوں کی زکاۃ روکی تھی اور اسے ٹیکس قرار دیا تھا۔ اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساکن رہے اور ذرہ برابر متحرک نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم نے جو زکاۃ دینے کا کہا ہے اسے روکنے والے پرستی کرتے ہیں اور اسے جاری نہیں کرتے۔ نعوذ باللہ! اس طرح تو آپ پر اعتراض آتا ہے۔

اور پھر تینوں خلفائے راشدین نے بھی سستی کی اور اس پر عمل پیرا کرنے کے لیے

① ابوداؤد، نسائی، احمد ۵/۲، ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے: ۱۸/۴ اور حاکم رحمہ اللہ نے

یحیٰی: ۱/۳۹۸ میں اسے بیان کیا ہے۔

واماندہ ہو کر بیٹھ گئے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ قصہ غلط ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو زکاۃ روکنے والوں کے خلاف تلواریں نکال لی تھیں۔ (۳)..... اس قصہ کے غلط ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اوپر مذکورہ آیات جن کی تفسیر میں یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے، وہ ان آیات سے مطابقت نہیں رکھتا۔

یہ آیات منافقوں کے بارے میں بات کرتی ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے: ”اے نبی (ﷺ)! کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔“ (التحریم: ۹)

اور یہ قصہ بتا رہا ہے کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انھیں مسجد کا کبوتر کہا جاتا تھا تو یہ آیات ایسے ایماندار سے کوئی میل نہیں کھاتیں۔

(۴)..... یہ آیات واضح دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس منافق کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اسے توبہ سے محروم کر دیا گیا تھا۔ جب کہ حضرت ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے توبہ کی اور رجوع کیا یہ ان کے ایمان کی دلیل ہے۔

(۵)..... یہ قصہ خود آپس میں ٹکراتا ہے۔ قصہ میں بیان ہوا ہے کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) جمعہ و جماعت سے پیچھے ہٹ گئے اور رسول اکرم ﷺ ان کے متعلق نامعلوم حالات والے آدمی کی مانند پوچھتے رہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو بتایا۔ اور ساتھ یہ بیان ہوا ہے کہ وہ دو آدمی جنھیں زکاۃ اکٹھی کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا ان کے ملنے سے پہلے ہی نبی ﷺ نے ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے متعلق بتا دیا تھا۔ یعنی یہ عجیب بات ہے پہلے آپ ﷺ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کی خبر دوسروں سے دریافت کرتے ہیں اور یہ کیسا تضاد ہے کہ اب خود ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے متعلق بتاتے ہیں۔ یہ اس قصہ کے جھوٹ ہونے کی علامت ہے۔

(۶)..... ابن حجر، ابن عبد البر رحمہما اللہ اس صحابی سیدنا ثعلبہ بن حاطب (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ یہ ان ایمانداروں میں سے تھے جو معرکہ بدر میں شریک

ہوئے، کوئی عقلمند یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی ملاقات تک کے لیے منافق قرار دے۔ حالانکہ یہ ان پختہ کار ایمانداروں میں سے ہیں جن کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں پختہ اُمید رکھتا ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہوگا ان شاء اللہ جو بدریا حدیبیہ میں حاضر ہوا۔^①

درج ذیل علمائے کرام اس قصہ کو باطل قرار دیتے ہیں:

(۱)..... علامہ ابو محمد بن حزم طاہری رحمۃ اللہ علیہ نے محلی: ۱۱/۲۰۷ میں کہا ہے۔ یہ قصہ باطل ہے کیوں کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ مشہور بدری صحابی ہیں۔

(۲)..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو باطل کہا ہے۔

(۳)..... امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، یہ قصہ صحیح نہیں۔

(۴)..... امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو باطل کہا ہے۔

(۵)..... علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے باطل کہا ہے۔

(۶)..... حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے باطل قرار دیا ہے۔

(۷)..... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس قصہ والی حدیث ضعیف ہے قابل

حجت نہیں۔

(۸)..... شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے السلسلۃ الضعیفہ (۲۰۸۱) میں اسے باطل کہا ہے۔

(۹)..... الشیخ نقیل الوادعی یمنی نے اس کو واضح طور پر ضعیف قرار دیا ہے۔



علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی شراب نوشی اور لواطت کی تہمت سے براءت

بعض کمزور دل اور ہوا و ہوس کے پجاری علمائے کرام اور داعیان دین اسلام پر
حرام قسم کی تہمت لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔

یہ جوازہد کوثری کے نام سے پکارا جاتا ہے اس نے حافظ ابو بکر خطیب بغدادی
رحمۃ اللہ علیہ پر لواطت کی تہمت تراش دی ہے اور ان پر شراب نوشی تک کا بہتان لگا دیا ہے۔

محمد بن طاہر مقدسی یوں واقعہ بیان کرتا ہے کہ بسا سیری جب بغداد میں آیا تو
خطیب بغدادی وہاں سے بھاگ گئے اور دمشق آگئے تو ان کے ساتھ روشن چہرہ نوخیز لڑکا
بھی تھا۔ بغدادی اس کے پاس آتے تھے لوگوں نے اس بارے میں بہت سی باتیں
بنائیں اور اس معاملہ کو اتنی زیادہ شدت سے اٹھایا کہ یہ بات والی شہرت تک پہنچ گئی یہ والی
مصری لوگوں میں سے ایک شیعہ تھا اس نے پولیس کے سربراہ کو حکم دیا کہ خطیب کو گرفتار
کیا جائے اور انھیں قتل کر دیا جائے۔ یہ پولیس کا سربراہ سنی تھا۔ وہ خطیب بغدادی کے
پاس اچانک سے آیا تو اس نے لڑکا دیکھا اور خطیب اور یہ لڑکا دونوں تنہائی میں تھے۔

اس افسر نے بغدادی سے کہا والی شہر نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے مگر مجھے آپ پر ترس
آیا ہے آپ کے بارے میں میں صرف ایک ہی حیلہ و بہانہ کر سکتا ہوں کہ میں آپ کو
یہاں سے لے کر جاتا ہوں شریف ابن ابی حسن علوی کے گھر پر سے گزرتا ہوں تو آپ
اس کے گھر میں داخل ہو جائیں۔ تو میرے لیے آپ کے پیچھے داخل ہونا ممکن نہ ہوگا

یوں آپ فرار ہو سکیں گے۔ وہ نکلے شریف کے گھر کے پاس سے گزرے تو خطیب بغدادی کو دکر اس کی دہلیز میں داخل ہو گئے اور والی کو علم ہو گیا کہ وہ شریف کے گھر آگئے ہیں۔ والی نے شریف کو پیغام بھیجا کہ مجھے بغدادی مطلوب ہے انھیں میرے حوالہ کرو۔

شریف نے کہا: آپ جانتے ہو کہ میں ان کے اور ان جیسے لوگوں سے جو عقیدت رکھتا ہوں یہ میرے مذہب پر نہیں یہ سنی ہیں میں شیعہ ہوں مگر انھوں نے میرے گھر پناہ لی ہے اور میں ان کے قتل کی اجازت نہ دوں گا اور نہ ہی ان کے قتل میں کوئی مصلحت ہے۔ یہ عراق میں شہرت رکھتے ہیں اور پورے عراق میں ان کا نام گونجتا ہے۔ اگر میں انھیں قتل کرتا ہوں تو یہ ہمارے کئی آدمیوں کو قتل کر دیں گے اور ہمارے مقبروں اور مشاہدوں کو برباد کر دیں گے۔ لہذا انھیں جلا وطن کر دیا جائے تو انھوں نے خطیب رحمۃ اللہ علیہ کو جلا وطن کر دیا تو وہ ”صور“ کی جانب چلے گئے مگر ان کا عشق برداشت سے باہر ہو رہا تھا اس لڑکے کی یاد انھیں سخت بے تاب کر رہی تھی۔ اس بارے میں اشعار بھی کہے، جن میں سے درج ذیل اشعار بھی ہیں:

بَاتَ الْحَيِيبُ وَكَمْ لَهُ لَيْلَةٌ

فِيهَا أَقَامَ إِلَى الصَّبَاحِ مُعَانِقِي

”میرے محبوب نے کتنی ہی راتیں گزاریں جن میں یہ میرے ساتھ صبح تک گلے سے لپٹا ہوا تھا۔“

ثُمَّ الصَّبَاحُ أَتَى فَفَرَّقَ بَيْنَنَا

وَلَقَلَّمَا يَصْفُو السُّرُورَ لِعَاشِقٍ

”پھر صبح ہوئی تو اس نے ہمارے درمیان تفریق و جدائی ڈال دی مسرت کسی عاشق کے ساتھ کم مدت میں رہتی ہے۔“

یہ وہ واقعہ ہے جو زاہد کوثری نے سبط ابن جوزی سے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں گزارش ہے کہ یہ بہت ہی بڑا جھوٹ اور بہتان ہے جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا گیا ہے۔ یہ کہنے والا عن قریب اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا جوابدہ ہوگا۔ یہ حکایت ایک ایسی جھوٹ کا پلندہ ہے جسے ہر عقلمند جانتا ہے۔

کوثری کو جس چیز نے اس جھوٹ باندھنے پر آمادہ کیا ہے وہ اس کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت میں مذہبی تعصب ہے یہ تو اتنا بڑا متعصب ہے اسے کہا جاتا ہے کہ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجنوں ہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی ترجمانی تاریخ بغداد میں بہت ہی وسعت ظرفی سے کی ہے۔ شاید استاد زاہد کوثری کو اس کا خیال نہ آیا یہ تہمت اس نے بغدادی پر لگادی ہے اور اپنا مرتبہ گرایا ہے یہاں تک ساقط الاعتبار ہو گیا ہے کہ اس کی بات علماء کے نزدیک مقبول نہیں اور نہ ہی قابل اعتماد طور پر اسے نقل کیا جاتا ہے۔ اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام! یہ حکایت چند وجوہ کی بناء پر جھوٹ کا پلندہ ہے۔

(۱)..... اس کے جھوٹ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ بات اس نے لکھی ہے جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے سخت ترین دشمن ہیں اور ان سے شدید قسم کا تعصب رکھتے ہیں یہ متعصب سبط ابن جوزی، ابو مظفر یوسف بن فرغلی وفات (۶۵۴ھ) ہے اس نے اپنی کتاب (مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان) میں لکھی ہے۔

(۲)..... اس من گھڑت قصہ کی سند مجہول اور کذاب راویوں سے بھری بڑی ہے۔

(۳)..... یہ خود ساختہ قصہ خطیب بغدادی میں جو بلند پایہ اوصاف پائے جاتے تھے ان کے خلاف ہے۔ وہ صلاح و فلاح والے اور تقویٰ کے حامل اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خوف سے ہمکنار رہنے والے تھے۔

(۴)..... بات یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں کبھی ہم نے نہیں سنا نوخیز

لڑکوں کی ہم نشینی کرنے والوں کے لیے قتل کا فتویٰ دیا گیا ہو۔

(۵)..... بغیر شرعی دلیل کے حدود قائم کرنا، جائز ہی نہیں۔

(۶)..... یہ بات کوئی بھی عقل مند تسلیم نہیں کرتا کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو شب و روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے۔ اور جنہوں نے اپنی ساری زندگی سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع اور اسے لکھنے لکھوانے میں کھپادی اور اسے بیان کرنے میں گزاری دی بھلا وہ ایسا گھناؤنا کام کیونکر کریں گے۔ اور پھر وہ نیکوکار اور تقویٰ شعار بھی ہیں۔ اور ان پر یہ بہتان لگانا کہ وہ خوب لوٹ کے کے ساتھ رہے۔

آہ! ایسے کینہ پرور اور حاسد اور ہوا و ہوس کے پلندہ پر افسوس صد افسوس اور ہلاکت ہی کبھی جاسکتی ہے۔

(۷)..... یہ دولت فاطمیہ (باطنی حکومت تھی) اسے شریعت کی مطابقت کی کیا ضرورت تھی اور اس کجروی کی شکل میں اسے حد قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

اور پھر یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے ایک ہزار سال بعد استاد کوثری کو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بے حیائی اُچھالنے کی اجازت کس نے دی۔

اس پر ایک طرح کا تعجب نہیں بھی ہو سکتا جب لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک کی عزت پامال کی ہے تو ان کے علاوہ دیگر ائمہ کرام کا کون خیال رکھے گا۔ ہم یہ درد بھری شکایت اللہ تعالیٰ ہی سے کرتے ہیں۔

فَيَا مِحْنَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ كُلِّ عَالِمٍ

وَيَا مِحْنَةَ الْإِسْلَامِ كُلِّ جَاهِلٍ

بعض علماء کی وجہ سے اسلام کتنی زیادہ محنتوں اور آزمائشوں سے گزرتا ہے اور کتنے زیادہ جاہلوں کی وجہ سے اسلام آزمائش کا شکار ہو جاتا ہے۔

اور جو بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر شراب نوشی کی تہمت لگائی گئی ہے وہ اس سے ایسے ہی بری

ہیں جیسا کہ بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو نقصان پہنچانے سے بری ہے۔ لیکن ہوس کی پرستاری اور مذہب کی عصبيت نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ پر زائد کوثری کو تہمت پر آمادہ کیا ہے یہ (تانیہ، ص: ۱۱) پر بیان ہوا ہے۔

ہم کتاب مجمع الابداء ۲۹/۴ کے حوالہ سے یہ جھوٹ سے لبریز حکایت نقل کرتے ہیں۔ یا قوت کہتا ہے میں ابوسعید سمعانی کے خط سے نقل کرتا ہوں اور مجمع شیوخ عبدالعزیز ابن محمد حشیشی کے انتخاب کردہ الفاظ سے نقل کرتا ہوں کہ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت کہتا ہے بغداد کی ایک بستی میں خطیب خطبہ دے رہا تھا وہ حافظ اور فہم و ذکاء والا تھا لیکن اس پر شراب نوشی کی تہمت لگائی جاتی تھی۔

میں جب بھی اس سے ملتا تو وہ مجھے سلام کہنے میں پہل کرتا۔ اسے میں ایک دن ملا تو اس نے مجھے سلام نہ کہا: اور میں نے اسے تبدیل شدہ حالت میں پایا۔ جب وہ میرے قریب سے گزر گیا تو مجھے میرا ایک ساتھی ملا اور مجھ سے کہا: ابوبکر خطیب تو نشہ میں مست ہے میں نے کہا، میں خطیب سے ملا تو ہوں اس کی حالت متغیر تھی مگر میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ نشہ میں تھے۔ شاید وہ ان شاء اللہ تائب ہو جائے۔ یہ پوری داستان مفروضے پر قائم ہے جو جھوٹی ہونے کی دلیل ہے۔

ہماری گزارش ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ علماء اور اُدباء میں سے کسی کی بغیر کسی ثبوت کے عزت و اقدار کرے۔ آگے آپ خود اندازہ لگائیں ثقہ و ثبت علماء جو بڑی محنت سے علم کا پل طے کر کے آئے ہیں ان پر تہمت کتنا سنگین جرم ہے۔



امام زہری رحمہ اللہ پر تہمت کی تردید

ان پر یہ تہمت تھی کہ یہ خلفائے بنو امیہ سے متاثر تھے اور ان کی بے جا حمایت کرنے میں مدافعت سے کام لیتے تھے۔ امام زہری رحمہ اللہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے احادیث کو مدون کیا۔ اگر یہ نہ ہوتے تو بہت ساری احادیث ضائع ہو جاتیں۔ یہ دنیا بھر کے حفاظ میں سے یگانہ روزگار ہیں اور سراپائے علم ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے صرف ایک ہی فقیہ دیکھا ہے وہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ہیں جس نے بھی آپ رحمہ اللہ کا تعارف لکھا ہے اس نے ان کی تعریف ہی کی ہے۔

تہمت طرازوں کی دریدہ دہنی سے یہ بھی محفوظ نہیں رہے۔ انہوں نے آپ رحمہ اللہ پر الزام دھردیا ہے کہ آپ بنو امیہ کے فرمانرواؤں سے مل جل کر رہتے تھے اور ان کے لیے احادیث گھڑتے تھے۔

مشہور تابعی مکحول رحمہ اللہ دمشقی ان کی تعریف کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ کیا اچھے آدمی تھے کاش کہ یہ بادشاہوں سے ہم نشینی نہ رکھتے۔^①

عمر بن ریح کہتے ہیں، میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، ہم چل رہے تھے۔ عمرو بن عبید نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے اس کے بعد ملا تو کہا امراء کے رومال کے ساتھ چلنے کا تیرا کیا کام تھا۔^②

① المعرفة والتاریخ: ۱/ ۶۴۲، سیر اعلام: ۵/ ۳۳۹.

② الحلیہ: ۳/ ۲۴۶، ابن عساکر تہذیب: ۴/ ۱۴۳.

مسٹر گوڈ مستشرق نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اور دیگر مستشرقین اور استعماری چوزوں نے بھی آپ پر شدید تنقید کی ہے۔ یہ کہتے ہیں زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بنو اُمیہ کے امراء کی حاشیہ نشینی کی ہے خصوصاً اپنے دوست عبدالملک بن مروان کی۔

ان کے بعض امراء کے لیے منصب قضا پر بھی براجمان ہوئے اور انھوں نے بھی انھیں ترجیح دی۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی خرابیوں سے صرف نظر کیا اور انھوں نے انھیں احادیث گھڑنے پر مجبور کیا۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر من گھڑت احادیث تیار کیں۔ اور انھوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت قبول نہیں کی۔

ان شبہات کے جوابات:

(۱)..... امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی کسی بادشاہ کے بارے میں نرمی اختیار نہیں کی۔ اتنے بڑے امام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ان کم عقلوں کے لیے کافی ہے جو زہری پر اموی خلفاء اور امراء کی ہم نشینی کا الزام لگاتے ہیں کہ یہ ان کی خرابیوں پر نرمی برتتے تھے۔ بلکہ یہ ان سے میل جول کے باوجود حکام سے نرمی نہ کرتے۔ اس پر کئی مقامات و واقعات گواہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک نے کہا: زہری! اہل شام ہمیں یہ کیسی حدیث سناتے ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امیر المؤمنین وہ کون سی حدیث ہے۔ اس نے کہا: وہ ہم سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو رعیت کا سربراہ بناتا ہے تو اس کی نیکیاں ہی لکھتا ہے۔ اس کی برائیاں نہیں لکھتا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! یہ حدیث باطل ہے۔ اس کے بطلان کی وجہ یہ بتائی کہ یہ قرآن پاک سے ٹکراتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾

(ص: ۲۶)

”اے داؤد (علیہ السلام)! بے شک ہم نے آپ (علیہ السلام) کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجیے خواہش کی اتباع نہ کرنا یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کر دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس کے سبب جو وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔“

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ نبی خلیفہ سے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جو غیر نبی خلیفہ ہو اس کے متعلق خود سمجھ لیں۔ یہ سن کر ولید نے کہا: لوگ ہمیں ہمارے دین سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ (العقد الفريد، ابن عبدربه: ۱/ ۶۰)

اب آئی باری ہشام بن عبد الملک کی تو امام زہری رحمہ اللہ کا اس سے یہ واقعہ ہوا ہے کہ ہشام نے یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ ”بے شک جو جھوٹ کا طوفان باندھ کر لائے وہ تم میں سے ایک جماعت ہے اور ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۱) ”اور وہ جو اس کا بڑا سرپرست بنا ان میں سے اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“ پھر ہشام نے سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے پوچھا: یہ جو بڑا کہا گیا ہے یہ کون ہے، انھوں نے کہا: یہ عبد اللہ بن ابی بن سلول ہے تو ہشام نے ان سے کہا: سلیمان! تم جھوٹ کہتے ہو یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ سلیمان نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے معلوم ہے آپ جو کہہ رہے ہیں۔ اتنی دیر میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ داخل ہوئے۔ تو ہشام نے کہا: ابن شہاب! یہ

جو بڑا سر پرست تھا یہ کون تھا۔ تو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق ہے۔ تو ہشام نے کہا: ابن شہاب! تم نے جھوٹ کہا: یہ تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں تو ابن شہاب نے کہا: تیرا باپ نہ رہے میں جھوٹ بولوں گا اللہ کی قسم! اگر آسمان سے منادی صدا دے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ حلال کر دیا ہے تو میں پھر بھی جھوٹ نہ بولوں گا۔

ابن شہاب نے کہا: مجھ سے عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب اور عبید اللہ بن عبداللہ اور علقمہ بن وقاص ان سب نے بیان کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”تَوَلَّی کِبْرَہ“ جو بڑے کام کا سر پرست بنا وہ عبداللہ بن ابی مراد ہے۔ اس کے باوجود لوگ اسے ابھارتے رہے حتیٰ کہ ہشام نے حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: تم چلے جاؤ ہم تم جیسوں سے علم کا بوجھ اٹھانا مناسب خیال نہیں کرتے۔

ہشام سے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ نہ تو میں نے خود پر جبر کیا ہے اور نہ ہی میں نے تجھ پر جبر کیا ہے۔ میرا رستہ چھوڑ دو۔ ہشام نے کہا نہیں ایسے کیسے چھوڑ دوں۔ تم نے بیس لاکھ روپیہ قرض لیا ہے۔ ابن شہاب نے کہا: تم بھی اور تمھارے باپ بھی جانتے ہو کہ میں نے یہ مال میں نے خود ادا کرنا ہے وہ تم نے قرض نہیں دینا، نہ ہی تیرے باپ نے دینا ہے۔

ہشام کہنے لگا، ہم نے تو شیخ کو برا بھینچتہ کر دیا ہے۔ پھر ہشام نے ان کا دس لاکھ قرض ادا کر دیا، جب ابن شہاب کو اس کی اطلاع ملی تو کہا، تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے یہ سب کچھ اسی کے پاس ہے اسی کے حکم سے ہوا ہے۔^①

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ناصبیہ فرقہ کے بعض افراد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے، انھوں نے بنو امیہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ جھوٹ بولا تھا کہ کِبْرَہ

① صحیح بخاری ”حدیث الافک“، سیر اعلام النبلاء ۵: ۳۳۹۔

(بڑے) سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی ہے اس میں تحریف کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر درست ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے اسے بدل دیا۔ اور ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ نے ولید کے سامنے یہ حق واضح کیا کہ یہ غلط ہے کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں بلکہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی ہے۔^①

ابن حجر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ ابن مردویہ نے بیان کیا کہ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا، ایک رات میں ولید بن عبد الملک کے پاس تھا۔ وہ سورت نور پڑھ رہا تھا اور چت لیٹا ہوا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا: بے شک جنھوں نے جھوٹ کا طوفان باندھا حتیٰ کہ وہ یہاں پہنچا جو اس کے بڑے حصہ کا سر پرست بنا۔ تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہا: اے ابوبکرہ! اس سے کون مراد ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ یہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ میں کیا کہوں۔ اگر میں نے کہا: یہ مراد نہیں تو مجھے ڈر تھا یہ مجھ سے بُرا پیش آئے گا۔ اگر میں کہوں ہاں یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں تو پھر یہ بات بہت بُری تھی جس کا میں نے ارتکاب کیا۔ اس لیے میں نے دل ہی دل میں کہا: سچائی کا اللہ تعالیٰ نے مجھے عادی بنا کر خیر و برکت سے نوازا ہے تو میں نے کہا: نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد نہیں۔ اس نے اپنی چھڑی اپنی چار پائی پر ماری۔ اور کہا: پھر بتاؤ یہ کون ہے، کون ہے یہ۔ بتاؤ حتیٰ کہ یہ بات اس نے بار بار دہرائی میں نے کہا یہ عبد اللہ بن ابی مراد ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ واقعہ زہری رحمہ اللہ کو متعدد بار پیش آیا ہے کبھی تو یہ ولید سے پیش آیا، کبھی ہشام کے ساتھ پیش آیا۔ بہر صورت اس سے یہ بات روز روشن کی مانند واضح ہوتی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ

حق پر چٹان کی مانند مضبوط اور ثابت قدم تھے امراء خواہ کتنے ہی تسلسل سے ان کے مخالف رہے۔

ہشام نے اپنے بیٹے ابوشاکر کو جب امیر حج بنایا اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دیا تو یہ گئے۔ یہ اسے دوران سفر اعمال خیر جو کہ عوام کے لیے مفید تھے، ان کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ اسے مشورہ دیا کہ وہ مدینہ کے بایسویں سے خیر کا سلوک کرے اور اس کی ترغیب دی۔ ابوشاکر نے یہ قبول کیا اور مدینہ منورہ میں پندرہ دن ٹھہرا اہل دیوان (دفتروں کے ملازموں) پر مال غنیمت بانٹتا رہا، اور دیگر اچھے اُمور اپناتا رہا۔^①

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں جب احادیث بیان کرتے تو اپنے سامنے بیٹھنے والوں میں سے کسی کو بھی احادیث لکھنے نہ دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا احادیث سینہ میں محفوظ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ جب ہشام نے یہ مطالبہ کیا کہ بذات خود ایسی روایات لکھیں جو میرے بیٹوں کے لیے ہوں تو پھر لکھنے سے منع کرنا بند کر دیا (یعنی لکھنے کی اجازت دی) اور اس سے مطالبہ کیا کہ مجھے ایک کاتب دو جو میری احادیث عام طلباء کے لیے لکھے جب میں یہ روایات بیان کروں وہ میری مجلس میں حاضر ہو۔ تو ہشام نے ان کے لیے کاتب بھیجا ایک قول ہے دو کاتب بھیجے۔ جو ایک سال تک ان کے پاس رہے اور زہری رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث لکھتے رہے۔^②

ہشام نے جب مطالبہ کیا کہ اس کی اولاد کے لیے احادیث لکھوائیں تو انھوں نے (۴۰۰) احادیث لکھوائیں، ان کے لیے ایک کاتب نے لکھیں۔
جب زہری ہشام کے پاس سے باہر آئے تو مسجد میں داخل ہوئے اور مسجد کے

① طبقات ابن سعد، ص: ۱۶۴ محقق.

② حلیۃ الاولیاء: ۳/ ۳۶۱، سیر اعلام: ۵/ ۳۳۳.

ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائی پھر بلند آواز سے کہا: اے طالبان حدیث! جب یہ اکٹھے ہو گئے تو فرمایا: میں نے تمہیں روکا تھا۔ اور جس کام سے روکا تھا (احادیث نہ لکھیں زبانی یاد کریں) وہ ابھی میں نے امیر المؤمنین کے لیے کیا ہے آؤ، تحریر کرو اس دن پھر لوگوں نے امام زہری رحمہ اللہ سے احادیث لکھیں۔^①

یہ بھی لکھا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم احادیث لکھنے کو پسند نہ کرتے تھے حتیٰ کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کر دیا ہے لہذا اب میرا نظریہ ہے کہ میں لکھنے سے کسی مسلمان کو بھی نہ روکوں گا۔^②

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم احادیث لکھنا پسند نہ کرتے تھے امراء نے ہمیں لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ تو ہم نے یہ لکھنا قبول کر لیا کہ ہم نے چاہا لوگوں سے ہم غمگساری کریں۔

گوڈ کہتا ہے کہ زہری رحمہ اللہ نے کہا تھا، ان امراء نے ہمیں احادیث لکھنے پر مجبور کیا ہے، یہ غلط تاویل کرتا ہے کہ زہری رحمہ اللہ حکام کی رغبت کے لیے یہ احادیث بیان کرتے تھے۔ یہ مستشرق جو خیال کر رہا ہے نہایت ہی غیر درست ہے۔ امام صاحب کا تو یہ مطلب میں احادیث زبانی یاد کروانا چاہتا ہوں تاکہ حافظہ مضبوط ہو۔ مگر تحریر کرنے پر ان امراء نے مجبور کیا ہے اس لیے میں نے احادیث تحریر کروائی ہیں۔ یہ مقصد نہیں کہ حکام کی خوشنودی کے لیے ایجاد کرتے تھے۔

اور جو یعقوب فسوی نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے سعید بن عفیر نے ان سے حفص بن عمران بن الرسام نے انھوں سری بن یحییٰ سے اس نے ابن شہاب سے بیان

① ابن عساکر ترجمہ زہری .

② حلیۃ الاولیاء: ۳/۳۶۳، طبقات ابن سعد، ص: ۱۶۹، المعرفة والتاریخ

: ۱/۶۳۳.

کیا کہ عبدالملک بن مروان نے ابن شہاب سے کہا، کیا تم جانتے ہو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صبح بیت المقدس میں کیا ہوا تھا۔ میں نے کہا، ہاں! کہا، پھر آؤ بیان کرو، میں لوگوں کے پیچھے سے کھڑا ہوا، حتیٰ کہ میں عبدالملک جس خیمہ میں بیٹھتا تھا وہاں آیا تو اس نے اپنا چہرہ میری طرف پھیر لیا اور مکمل طور پر میری طرف رخ کر لیا۔ اور کہا: بتاؤ، کیا تھا۔ میں نے کہا بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا، اس کے نیچے خون تھا، کہا، اب میرے اور آپ کے سوا اور کوئی نہیں رہا، جو یہ جانتا ہے۔ لیکن یہ تجھ سے کوئی نہیں سنے گا مگر جو میں بیان کروں گا وہ لوگ سنیں گے۔^①

اس کی سند میں حفص بن عمران ہے، ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں، یہ غیر معروف ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں، حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں اس سے روایت کی ہے۔^② اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو زہری رحمہ اللہ نے عبدالملک کا مطالبہ اس لیے مان لیا کہ ایک امیر المؤمنین جس پر مسلمان متحد تھے ہی واقعہ نہ بیان کرنے سے ان میں انتشار نہ ہو اور فتنے نہ بھڑک اٹھیں اس لیے اس واقعہ پر خاموشی کی بجائے انھوں نے بیان کرنا بہتر خیال کیا۔ کیوں کہ یہ خرابی اسے چھپانے کے فائدے سے زیادہ تھی۔ ایک وقت تک تو یہ بات چھپائی گئی مگر ہمیشہ نہیں اگر ہمیشہ چھپی ہوتی تو ہم تک نہ پہنچتی جب فساد نہ ہونا نظر آیا تو اسے بیان کر دیا تب ہی یہ ہم تک پہنچا ہے۔

ایک اور روایت ہے جس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔ اسے ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن حرب نے بیان کیا یہ کہتا ہے ہم سے حماد بن زید نے معمر سے بیان کیا یہ کہتے ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ اس وقت پہلی مرتبہ معروف ہوئے کہ یہ عبدالملک بن مروان کی مجلس میں تھے۔ ان اہل مجلس سے عبدالملک نے سوال کیا۔ تم میں سے کون

① المعرفة والتاریخ: ۱/ ۶۲۹، ترجمہ زہری: ۳۴۰.

② لسان المیزان: ۲/ ۳۳۰.

ہے جو یہ جانتا ہو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے پتھروں نے کیا کیا تھا۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ علم نہ تھا۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں بتاتا ہوں کہ ہر پتھر جو بھی پلٹا جاتا اس کے نیچے تازہ خون تھا۔ تو اس دن سے زہری کی شہرت بلند یوں کو چھونے لگی۔^①

یہ روایت یہ فائدہ دے رہی ہے کہ یہ عبدالملک کا سوال اس دن ہوا تھا، جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نہ ہوا تھا اور اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ یہ واقعہ سامعین جو تمام تھے ان کے روبرو زہری نے بیان کیا تھا، اسی وجہ سے یہ شہرت یافتہ ہوئے اور عبدالملک نے ان سے اسے چھپانے کا مطالبہ نہ کیا تھا۔

اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف پر کوئی طعن و تنقید لازم نہیں آتی۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب کھول کا قول نقل کیا، زہری نے بادشاہوں کی ہم نشینی سے خود کو فساد زدہ کر لیا ہے، تو ان پر تنقید کی ہے کہ بعض وہ لوگ جو کسی شمار میں نہیں وہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کا علم حاصل نہیں کرتے وہ یہی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ خلفاء پر آتے جاتے تھے۔ اگرچہ انھوں نے ایسا کیا ہے تو وہ حدیث میں مثبت اور حجت ہیں۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کی مثل کہاں سے آسکتا ہے۔^②

باقی رہیں وہ تنقیدیوں جو جلیل القدر تابعی ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب بھیجی تھیں جو ابولعیم کی کتاب الحلیہ میں آتی ہیں۔ یہ تین اوراق پر مشتمل ایک رسالہ ہے یا کچھ کم و بیش ہے۔ اس کی سند میں مجہول و مشکوک راوی ہے۔ لہذا یہ قابل قبول نہیں۔

① طبقات، ص: ۱۶۳۔

② سیر اعلام النبلاء ۵: ۳۳۹۔

نیز! یہ تنقیدات جو ابو حازم رحمہ اللہ کی جانب سے زہری رحمہ اللہ کی طرف بھیجی گئی تھیں یہ اس تعدیل سے ٹکراتی ہیں جو جمہور علماء نے زہری کی کامل تعدیل کی ہے اور انھیں عادل قرار دیا ہے اسی کو ترجیح ہے جو جمہور نے کہا ہے۔

(۲)..... یہ ہے کہ ان تنقیدات کا مرکز و محور یہ ہے کہ زہری رحمہ اللہ فسادِ حکام کی ہم نشینی کرتے تھے۔ اور ان کے پیدا کردہ مفسد پر درگزر کرتے تھے۔ اس کی اوپر تردید ہو چکی ہے۔ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کی شہادت ہے جو کہ امام زہری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور معاصر تھے۔ یہ کہتے ہیں۔ زہری نے کبھی بھی کسی بادشاہ سے مدائنت اور نرمی نہیں کی اور ابھی اوپر گزرا ہے کہ انھوں نے ہشام اور ولید نے جب کہا جو اس کے تکبر کا والی بنا اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو سخت ترین انداز میں ان دونوں کی تردید کی۔

(۳)..... یہ ہے کہ عرصہ دراز سے جارج (جرح کرنے والے) مجروح (جس پر جرح کی گئی) کے درمیان یہ آرہا ہے کہ جو رجوعا سے کام لیا جاتا ہے۔ جرح اجتہاد میں اختلاف کی بناء پر کی جاتی ہے۔ یہ لازم نہیں کہ جو جارج نے کہا ہے وہی بات درست ہو دوسرے کی درست نہ ہو۔ اور اور نہ ہی یہ ہے ایک دوسرے کی بات قبول نہ ہو، بلکہ جس کی بات قوی ہو وہ قبول ہے۔ (لسان المیزان: ۱۶/۱) قاعدہ سبکی فی الجرح والتعدیل: ۳۵/۹، جامع بیان العلم وفضلہ ابن عبدالبر) یہ جو ابھی ہم نے جارج والی بات کہی ہے اس کا استفادہ میں نے اپنے شیخ احمد معبد رحمہ اللہ سے کیا ہے جو انھوں نے جامع ترمذی کی اپنی شرح النفع الشذی، ص: ۵۴۷ میں لکھی ہے اور میں نے وہاں سے حاصل کی ہے۔

اور یہ اعتراض کہ امام زہری رحمہ اللہ نے جلیل القدر صحابی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہیں لکھی یہ بھی مردود ہے حالات واقعی اس کی تردید کرتے ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ نے کثیر تعداد میں وہ احادیث روایت کی ہیں جن میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

کا ذکر و فضل بیان ہوا ہے جنھیں زہری رحمۃ اللہ علیہ سے سنت کے دواویں میں ان کے مؤلفوں نے بیان کیا ہے۔^①

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان جیسا علم ہمیں بھی عطاء فرمائے زہری علی بن حسین (زین العابدین) حسین بن علی بن ابی طالب والی سندوں کو سب سے بہتر قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ نے بھی اس سند کو بہترین کہا ہے۔^②

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مزید بحث (تاریخ ابن عساکر، ترجمہ زہری، سیر اعلام النبلاء، ذہبی:، ص: ۵/۹۹) ابو نعیم کی الحلیہ، تہذیب التہذیب ابن حجر، تہذیب الکمال مزی، السنہ و مکانتھا فی التشریع مصطفی السباعی) ملاحظہ فرمائیں۔



① تحفة الاشراف حافظ مزی، ص: ۸، رقم: ۱۰۱۷۹، ۱۰۲۴۶، ۱۰۲۶۳، ۱۰۳۳۲.

② علوم الحدیث حاکم .

امام زہری رحمہ اللہ پر وارد شدہ شبہات کے جوابات

شبہ نمبر (۱):..... یہ ہے کہ ولی عہد ہشام کی انھوں نے تربیت کی تھی۔ گولڈ کہتا ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے اپنے ولی عہد کے لیے زہری کو مربی بنایا تھا۔ حالانکہ یہ ایک ایسا شبہ ہے جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ کیوں کہ تاریخی طور پر یہ سب جانتے ہیں کہ ہشام کا ولی عہد اس کا بھتیجا تھا جس کا نام ولید بن یزید بن عبد الملک تھا، اور یہ ثابت نہیں کہ زہری رحمہ اللہ نے اس کی تربیت کی اور نہ ہی اسے تعلیم دی تھی۔

بلکہ زہری اور ولید بن یزید کے درمیان عداوت اور جو رجو جفا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ زہری رحمہ اللہ نے ہشام کو مشورہ دیا تھا کہ اسے ولی عہدی سے ہٹا دے اور اس پر اصرار کیا تھا وجہ یہ تھی کہ اس سے یہ بات پھیل چکی تھی کہ یہ بدسلوکی کرتا ہے یہ اس کے منافی تھا کہ اسے اُمت کے معاملات کی باگ ڈور تھادی جائے۔

عبدالرحمن بن ابی زناد بیان کرتے ہیں امام زہری رحمہ اللہ ہمیشہ ہشام کے پاس ولید بن یزید پر تنقید کرتے رہتے تھے اور اس پر عیب لگاتے تھے اور بڑے بڑے معاملات ذکر کرتے جو بیان سے باہر تھے۔ اور یہاں تک کہتے تھے کہ اسے سوائے ہٹانے کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ مگر ہشام میں اتنی طاقت نہ تھی وہ اس سے معاہدہ کر چکا تھا اور جو زہری کہتے تھے وہ ہشام کو برا بھی نہ لگتا تھا اس اُمید پر کہ شاید لوگ اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔

ابوزناد کہتے ہیں، میں ایک دن اس کے پاس تھا (ہشام کے) ایک خیمہ کے قریب میں ولید کے بارے میں زہری کی بات سن رہا تھا اور میں فال لے رہا تھا۔ دربان آیا اور کہا یہ دروازے پر ولید آیا ہے امام زہری رحمہ اللہ نے کہا اسے اندر داخل کرو۔ میں نے اسے اندر بٹھایا تو ہشام نے اس سے کشادہ دلی سے بات چیت کی۔ میں پہچان رہا تھا کہ اس کے چہرہ میں غضب کے آثار تھے اور شر تھی۔ اس نے کہا: اسے رات کو بھیجنا مجھے علیحدگی میں ملے وہ عشاء کے وقت آیا بات چیت کے بعد کہا: اے ابن ذکوان تو نے دیکھا تھا جب میں داخل ہوا اور تو اس کے پاس تھا (ہشام کے) اور زہری مجھ پر تنقید کر رہے تھے۔ اس دن کی کچھ بات چیت یاد ہے میں نے کہا: مجھے یاد ہے۔ میں داخل ہوا تو تمھارے چہرے پر غصہ جھلک رہا تھا۔ اس نے کہا: وہ خادم جو تو نے ہشام کے سر پر کھڑا دیکھا تھا اس نے وہ سب کچھ مجھے بتا دیا تھا اور میں دروازہ پر تھا، اس نے یہ سب کچھ میرے داخل ہونے سے پہلے ہی پہنچا دیا تھا۔ اور اس نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ تو نے میرے بارے میں کچھ نہیں بولا۔ اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے زہری رحمہ اللہ پر مجھے قابو دیا تو میں زہری رحمہ اللہ کو قتل کر دوں گا۔ مگر وہ مجھ سے بچ گئے۔^①

محمد بن عمر کہتے ہیں، ہمیں امام زہری رحمہ اللہ کے بھتیجا محمد بن عبد اللہ نے بتایا، اس نے کہا: میرے چچا زہری نے اور ابن ہشام نے وعدہ کر رکھا تھا۔ اگر ہشام بن عبد الملک فوت ہو گیا تو انھیں جبل دخان میں دفن کیا جائے تو زہری ۱۲۴ھ میں ہشام بن عبد الملک سے چند ماہ پہلے ہی وفات پا گئے۔ ولید بن یزید کو افسوس ہوا، ہشام مرتا، تاکہ یہ خلیفہ بن جاتا۔^②

① طبقات: ۱۷۳، تاریخ اسلام ذہبی: ۵/ ۱۴۰.

② طبقات: ۱۷۳، نفخ الطیب: ۳/ ۳۳۶.

ہمارے خیال میں گولڈ یہ چاہتا ہے کہ بتائے کہ یہ زہری کی حرکات و سکنات جانتا ہے مگر وہ اس معاملہ سے بے خبر ہے جو زہری اور ولید بن یزید کے درمیان تباہ کن تھا۔ یہ ضرور جانتا ہوگا۔ مگر یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کو اس شخص کے نام کے ساتھ ملانا چاہتا ہے جسے تاریخ اچھے نام سے نہیں جانتی بلکہ بُرے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ طعنہ زنی کے طور پر اور ان کی شہرت کو داغدار کرنے کے لیے اس نے ایسا کیا ہے، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ہشام کے بچوں کو تعلیم و تربیت دیتے رہے ہیں ولی عہد کو نہیں اور انھوں نے اس کے بچوں کو وہی تعلیم دی جو اس کے خود پابند تھے۔ علم کی نشر و اشاعت اور اس کی لوگوں کو تبلیغ دینا تھا۔ ان کے مزاج کے اختلاف کے مطابق ان کی تربیت کی۔

علاوہ ازیں مزید یہ کیا ان کے دلوں میں دین کی مبادیات کا بیج بویا اور دینی تعلیمات سے انھیں روشناس کیا اور ان میں روحانیت پیدا کی اور فکری قوت دی۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعاون لے کر ان کی رہنمائی کی اور خلفائے راشدین کی سیرت سے آگاہ کیا۔ جو ان سے توقع تھی اس کے مناسب تربیت کی تاکہ یہ امت کے معاملات کی سرپرستی بھی کر سکیں اور قیادت کر سکیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں ان سے پہلے انھوں نے بھی عبدالملک بن مروان کی اولاد کی تربیت کی تھی۔ اپنی ذاتی غرض کے لیے نہیں بلکہ فکر و توجیہ کی سالاری کی عادت کے طور پر یہ تعلیم و تربیت کرتے تھے کہ تربیت یافتہ امت کا بوجھ اٹھا سکے۔ (حوالہ مذکور)



امام زہری رحمہ اللہ نے حجاج کے ساتھ حج کیا تھا

اعتراض نمبر (۲)

گولڈ نے یہ بھی شبہ کیا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ حج میں حجاج کے حاشیہ برداروں میں سے تھے۔ یہ شبہ بھی پہلے شبہ کی مانند حقیقت سے خالی ہے یہ صرف ان کی شہرت کو داغدار کرنے کے لیے کیا گیا ہے اور انھیں لوگوں میں بدنام کرنے کے لیے ہے۔ کیوں کہ اس نے امام زہری رحمہ اللہ کو اس آدمی کا حاشیہ نشین قرار دیا ہے جو ظلم اور جور و جفا والا ہونے میں مشہور تھا۔ اس کے ساتھ ملانے کے لیے ایک مناسبت کا سہارا لیا ہے جو اتفاقاً ان کے درمیان جمع ہوئی تھی۔

اسے امام زہری رحمہ اللہ خود بیان کرتے ہیں جسے عبدالرزاق نے مصنف میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں عبدالملک نے حجاج کی جانب لکھ کر یہ پیغام بھیجا کہ حج کے تمام طریقوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔ اس کے تحت اس حجاج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پیغام دیا کہ عرفات کے لیے جانے کا جب آپ کا ارادہ ہو تو ہمیں بتا دینا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حجاج گئے تو حضرت سالم بھی ساتھ تھے اور میں (زہری) بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے روزہ رکھا ہوا تھا مجھے سخت گرمی کا سامنا کرنا پڑا۔^①

اس سے یہ کہیں سے بھی پتہ نہیں چلتا کہ امام زہری رحمہ اللہ حجاج کے حاشیہ نشین تھے حاشیہ نشین ہونا تو دور کی بات ہے اس سے تو چاہت سے اس سے ملاقات بھی ثابت

① تہذیب التہذیب: ۴۵۱/۹.

نہیں ہوتی۔

زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جو حاصل ہوتا ہے کہ انھوں نے حج ایک سال میں اکٹھا کیا ہے اور وہ بھی اتفاقاً جمع ہوئے تھے۔ اس فریب اور الزام کا پردہ چاک تو اس سے ہی ہو جاتا ہے اور اس کی بنیاد ہی اس سے ختم ہو جاتی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ میں فوت ہوئے تھے اور امام زہری رحمہ اللہ اس وقت نو جوان تھے ان کی عمر تقریباً (۲۲) برس تھی۔ اس وقت ان کا اموی امراء کے ساتھ ابھی کوئی رابطہ اور میل جول نہ تھا۔ حجاج تو کجا ان کا رابطہ کسی بھی اموی کے ساتھ نہ تھا ان کا اموی امراء سے ۸۲ھ میں رابطہ ہوا تھا۔ اس لیے حجاج کا حاشیہ نشین ہونے والی تہمت سرتا سر غلط ہے۔



امام زہری رحمہ اللہ پر الزام ہے کہ خلفاء سے انعامات لیتے تھے

ان کے خلاف جو شبہات اٹھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلفاء سے انعامات اور تحائف لیتے تھے۔ یہ انھیں کیوں قبول کرتے تھے۔

اس کا حل یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ پہلے علم طلب کرتے رہے اور پھر عالم ہوئے تو تعلیم دینے لگے اور علم کی نشر و اشاعت میں لگ گئے، اس بناء پر وہ دنیا کا مال نہ کما سکے۔ نہ تو ان کے پاس کوئی موروثی مال تھا اور نہ ہی کمائی کا مال تھا جو آپ رحمہ اللہ کی ضروریات پوری کرتا اور طلب علم میں ان کا ضامن بنتا۔ ان حالات میں لازمی نتیجہ ہے کہ وہ سلطنت کی طرف سے مدد قبول کرتے اور اپنی ضروریات پوری کرتے تاکہ طلب علم کے لیے یہ ان کے لیے معاون ہو۔

سب سے پہلے جس نے یہ مالی تعاون پیش کیا۔ عبدالملک بن مروان تھا۔ اس نے بھی اس شرط پر تعاون کیا کہ یہ مدینہ منورہ لوٹیں انھیں نصیحت کریں اور طلب علم سے وابستہ رہیں اور انصار کے پاس جو علم ہے اسے جمع کریں۔ جب امام زہری رحمہ اللہ نے ان سے علم اکٹھا کر لیا تو پھر وہ دمشق لوٹے اور وہاں وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ وہیں قیام کر لیا اور مکمل طور پر یکسوئی سے علم کی تدریس اور اس کی نشر و اشاعت پر لگ گئے، شام وغیرہ سے طلباء ان کے پاس آنے لگے۔ اور بہت زیادہ اسلامی شہروں سے طلباء ادھر کوچ کر کے طلب حدیث کے لیے آنا شروع ہو گئے۔

امام زہری رحمہ اللہ شام میں علمی مراکز میں سے اہم مرکز ہو گئے۔ اب حکومت کے

لیے لازمی تھا کہ ان کی طرف دست تعاون بڑھائے اور مدد کرے تاکہ جتنا ممکن ہو یہ اس جلیل القدر کام کو جاری رکھ سکتے اور اپنے مہمانوں، شاگردوں اور آنے والوں پر ویسے بھی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ انتہائی جو دوسخا کرتے تھے ان پر کھلا خرچ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ان کا ہاتھ تنگ ہو جاتا تھا۔ یہ قرض لینے پر مجبور ہو جاتے تاکہ ان پر خرچ کریں اور ان کی حاجات پوری کریں۔

اس لیے ہماری رائے ہے کہ خلفاء جو انھیں تعاون دیتے تھے وہ ان کے قرض پر ہی صرف ہو جاتے تھے جو انھوں نے شاگردوں اور مہمانوں پر خرچ کرنے کے لیے اٹھایا ہوتا تھا۔

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ہم زہری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتے تھے تو وہ ہمارے سامنے قسم قسم کی کھانے کی اشیاء رکھتے تھے۔^①

موسیٰ بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں، جب کوئی حدیث پڑھنے والا ان سے کھانے کا انکار کرتا تو وہ قسم اٹھاتے کہ میں اسے دس دن تک حدیث نہ سناؤں گا۔^②

حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ جس مشک میں شہد ہوتا اس میں چیر کر سوراخ کرتے تھے لوگ اس سے شہد چاٹتے تھے جب کہ ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ ایسا انتظام نہ کرتے تھے صرف حدیث پڑھاتے تھے۔ (تاریخ دمشق: ۸۰/۱۱)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ چونکہ سخاوت کرتے تھے اسی وجہ سے ہدایا اور تحائف لیتے تھے اور وہ یہ تحائف اللہ تعالیٰ کا مال تصور کرتے اور خیال کرتے تھے کہ اس میں ان کا حق ہے۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ ہشام بن عبدالملک نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ قرض ادا کر دیا ہے تو کہا تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں یہ

① تاریخ ابن عساکر: ۸۱/۱۱۔

② تاریخ دمشق، ابن عساکر: ۸۰/۱۱۔

ادائیگی اسی کے حکم سے ہوئی ہے۔^①

اور پھر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کوئی پہلے محدث نہیں جنہوں نے یہ تحائف لیے ہیں اور عطیات قبول کیے ہیں۔ اور نہ ہی یہ آخری ہیں۔ بلکہ ان سے پہلے اور بعد میں بھی محدثین لیتے رہے ہیں۔ بلکہ کثرت سے اسلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے بھی قبول کرتے رہے ہیں۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اور سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سب دمشق میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تو وہ ان کی بہت زیادہ عزت کرتے اور ان کی ضروریات پوری کرتے۔^②

سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ لیا ہوا تھا کہ ہر سال انہیں عطیہ دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات چار لاکھ تک ہوتا اور ایک لاکھ سالانہ تو بطور وظیفہ دیا کرتے تھے۔^③

اسی طرح تابعین رضی اللہ عنہم میں سے حسن بصری، شعبی، ابراہیم بن یزید نخعی، ابان بن عثمان، ابوسلمہ بن عبدالرحمن ابوزناد رضی اللہ عنہم یہ سب سلطنت کا عطیہ قبول کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب سلیمان کے پاس آئے تو اس نے انہیں عطیہ بھی دیا اور ان کی دیگر ضروریات بھی پوری کیں۔^④ ان کے بعد امام مالک، سفیان ثوری، امام ابو یوسف، امام شافعی رضی اللہ عنہم نے بھی عطیات قبول کیے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سلطان کے عطیات مجھے بھائیوں کے صلہ و عطیہ سے بھی زیادہ عزیز ہیں کیوں کہ بھائی

① تاریخ دمشق: ۷۹/۱۱، تاریخ اسلام ذہبی: ۱۴۹/۵.

② الفخری: ۷۶، تلمسانی، نفح الطیب: ۲۳۵/۳.

③ البدایہ والنہایہ: ۳۸/۸.

④ نفح الطیب: ۳۳۶/۳، تاریخ یعقوبی: ۲۶۹/۲.

احسان جتا سکتے ہیں سلطان احسان نہیں جتا سکتا۔ ❶ ہماری گزارشات سے واضح ہوا کہ بادشاہ سے عطیات لینے جائز ہیں بشرطیکہ لینے والا ضرورت مند ہو اور یہ لینے پر دین اور مروت و شرافت پر حرف نہ آئے وگرنہ جائز نہیں۔



❶ نفح الطیب: ۳/ ۳۳۶، امام زہری أثرہ فی السنہ، ص: ۴۴۰.

امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کے بارے میں تہمت زنی کا جائزہ

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ امام، حافظ ثقہ، علامہ، شیخ الاسلام، سربراہ آوردہ، عالی سند والے ہیں۔ ابن نجار نے کہا یہ محدثین کا تاج اور دین کے چوٹی کے لوگوں میں سے ایک تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حافظ کبیر تھے۔ اور کثیر تعداد میں کتابوں کے مصنف تھے جو نہایت ہی مشہور اور مفید تھیں۔ ان میں سے خصوصاً حلیۃ الاولیاء جو کئی جلدوں میں ہے قابل ذکر ہے۔

ان کا عقیدہ:

ان کا عقیدہ وہی تھا جو سلف کا مذہب تھا اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے صفات ثابت کرنے میں وہی طریقہ اپناتے ہیں جو سلف کا تھا یہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات جس طرح اس کی شان کے لائق ہے بغیر کسی کیفیت کے اور مثال کے اور بغیر کسی تحریف اور تاویل کے بیان کرتے ہیں۔ اس کا ذکر خود ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الاعتقاد“ میں کیا ہے یہ ان سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اشاعر (ایک تاویل کرنے والا فرقہ ہے) ان کا عقیدہ ان کے مطابق تھا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ زیادہ تر اشاعرہ کے مذہب کی جانب مائل تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے (المبدایہ) میں نقل کیا ہے اور ابن عساکر نے انھیں ابو حسن اشعری کے اصحاب سے شمار کیا ہے۔ استاد محمد صباغ نے اپنی کتاب ابو نعیم و حیاتہ، و کتابہ الحلیہ میں کہا ہے یہ (انھیں اشعری کہنا) غلط ہے یہ چند

وجوہ کی بناء پر درست نہیں۔

(۱)..... ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الصواعق المرسلہ“ میں کہا ہے۔ ابو نعیم رحمہ اللہ کا عقیدہ، سلف کا عقیدہ ہے کیوں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو ثابت کیا ہے جن کا ذکر قرآن پاک میں اور سنت صحیحہ میں آیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العلل للعلی الغفار میں ان کا یہی عقیدہ لکھا ہے۔
(۲)..... وجہ ہے کہ انھوں نے عقیدہ کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں اپنا مذہب صریح اور واضح لکھا ہے۔ ① اعتقاد ② اللہ تعالیٰ کا دیدار۔

(۳)..... یہ ہے کہ ابو نعیم رحمہ اللہ نے اپنی علمی زندگی کا کچھ عرصہ ابو حسن اشعری کے مذہب پر گزارا۔ پھر اس سے سلف کے مذہب کی جانب رجوع کیا اور اسے اپنی اس کتاب میں اسے برقرار رکھا جس میں اپنا عقیدہ مدون کیا تھا۔ یہی سبب ہوا ہے ابن عساکر نے آپ کو ابو حسن اشعری کے اصحاب میں شمار کر دیا ہے۔ حالانکہ انھوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

(۴)..... یہاں ایک احتمال اور ہے وہ یہ ہے کہ ابو نعیم رحمہ اللہ اشعری مذہب کی جانب میلان رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے وہ آخری وقفہ تک اس پر برقرار بھی رہے تھے جتنی دیر بھی رہے ہیں وہ اس میں بھی بعینہ سلفی مذہب پر ہی تھے۔

(۵)..... وہ لوگ جنھوں نے انھیں اشعری مذہب پر بیان کیا ہے انھوں نے بے دلیل دعویٰ کیا ہے۔ جب کہ انھوں نے خود اپنے سلفی عقیدہ کی صراحت کی ہے۔

(۶)..... وہ اختلاف جو ابو نعیم اور ابن مندہ کے درمیان ہوا لفظی معاملہ تھا۔ اس میں یہ آپس میں مختلف ہو گئے۔ ابو نعیم رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف کے ذریعہ حروفیہ اور حلویہ (جو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرتے ہیں) کی تردید کی۔ اور ابو عبد اللہ ابن مندہ نے بھی کتاب تصنیف کی جس میں مسئلہ لفظیہ کی تردید کی اور ابو نعیم رحمہ اللہ کو بدعتی قرار دیا

اور تہمت لگائی اور بہت بُرا بھلا کہا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جیسا علم آشنا کر دے کہ ابو عبد اللہ ابن مندہ، ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے منہ زور ہو جایا کرتے تھے اس اعتقاد کی وجہ سے جو قبیلوں کے درمیان متنازع تھا۔ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی تاریخ میں ابو عبد اللہ ابن مندہ پر برسے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان ہم عصر دونوں بزرگوں نے خوب مقابلہ آرائی کی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے آسانی کا سوال کرتے ہیں۔^①

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم عصر لوگوں کی ایک دوسرے سے یہ چیقلش پرواہ کے قابل نہیں۔ خاص طور پر یہ واضح ہو کہ یہ عداوت کی وجہ سے نمودار ہوئی ہو یا مذہب کا تعصب یا حسد کی وجہ سے ہو تو پھر اور بھی قابل توجہ نہ سمجھا جائے۔

ہماری یہ بات نقل کرنے سے یہ وضاحت ہوئی کہ یہاں ان کے درمیان نفرت کے لیے ایک معاملہ اور سبب تھا۔ وہ اعتقاد ہے۔ اس نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ ابو نعیم پر اشعری ہونے کی تہمت لگا دی۔ یہ ابن مندہ کے مؤیدین کی جانب سے ہوا تاکہ ان کے درمیان زیادہ سے زیادہ اختلاف ڈالا جاسکے۔ اس کا حاصل یہ نکلا ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کو تنہا چھوڑ دیا گیا اور جامع مسجد میں بیٹھنے سے روک دیا۔ تاہم یہ ان کے لیے کار خیر ثابت ہوا۔ یہ سب جانتے ہیں۔ ابن مندہ جاہ و حرمت وافر مقدار میں رکھتے تھے پورے شہر میں ان جیسا با اثر کوئی نہ تھا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھاگنے اور چھپنے کے علاوہ ان سے خلاصی کی اور کوئی راہ نہ پائی۔^②

① سیر اعلام: ۱۷/۴۶۲، منہاج السنہ .

② سیر اعلام: ۱۷/۴۶۲، تبیین کذب المفتری، ص: ۲۴۶، مقدمہ معرفۃ الصحابہ ابو نعیم، تذکرہ: ۳/۱۰۹۲، لسان المیزان: ۱/۲۰۱، وفیات الاعیان: ۱/۷۵ (شذرات الذهب ابن عماد: ۳/۲۴۵، طبقات شافعیہ: ۴/۱۹).

ان پر شیعیت کی تہمت

یہ ایک کم عقلی کی اور بیہودہ بات ہے کہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کو شیعیت کا پیروکار کہنا یہ ایک باطل دعویٰ ہے۔ آپ اس سے بری ہیں۔ انھیں ایک بدعت پرست جماعت نے بدنام کرنے کے لیے یہ کیا ہے تاکہ یہ اپنے آدمی اور مددگار کثرت سے تیار کریں۔ زیادہ تر ایسا برا کام شیعہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے ایک خوانساری ہے اس نے اپنی کتاب روضات الجنات میں دعویٰ کیا ہے کہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ شیعہ تھے اور اپنے علماء کے تاثرات بھی نقل کیے تاکہ وہ اپنا دعویٰ ثابت کر سکے۔ یہ معالم العلماء کے مؤلف سے نقل کرتا ہے کہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ایک سنی آدمی ہے ہاں۔ اس نے منقبت طاہرین اور مرتبہ الطہیین لکھے ہیں اور کتاب ہے (ما نزل من القرآن فی امیر المؤمنین) اس نے محمد حسین خاتون آبادی سے نقل کیا ہے۔ یہ کہتا ہے میں نے علمائے اہل سنت میں سے جن مشہور افراد کو جسے شیعیت پر پایا ہے ان میں سے حافظ ابو نعیم محدث اصفہانی، حلیۃ الاولیاء کے مؤلف ہیں۔ اسی طرح ریاض العلماء کا مؤلف لکھتا ہے۔

یہ ایک باطل کلام ہے اور جھوٹ ہے اور شیعہ کی خرافات میں سے ہے اور ان کا واضح جھوٹ ہے۔ مضبوط دلیل ان کی تردید کرتی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے رافضیوں کے رد میں ایک کامل کتاب لکھی ہے یہ طبع ہو چکی ہے۔ اس کا آغاز ہی انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی ثناء اور عمدہ تعریف اور ان کے

فضائل سے کیا ہے۔ اور ان کے فضائل میں قرآنی آیات اور احادیث بیان کی ہیں۔ پھر خلفائے اربعہ کے فضائل بیان کیے ہیں۔ اور کہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر الامم ہیں اور کہا میں فداکار ہو جاؤں گا کہ یہ اُمت جس کے لیے خیر الامم کی گواہی دی گئی اور اسے منتخب کیا گیا ہے یہ حق و ہدایت پر ہی جمع رہ سکتی ہے۔

ایسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اچھی ثناء گوئی، ان کی بزرگی اور ان سے محبت اور ان سے اظہار رضا مندی کسی شیعہ سے ممکن نہیں کہ وہ کر سکے۔ اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت پر جو بھی شبہات کیے گئے ہیں وہ انھوں نے شیعہ حضرات کے اٹھائے ہوئے اعتراضات تلاش کیے ہیں اور قرآن اور احادیث کے دلائل سے اور درست باطل شکن حجتوں کے ذریعہ ان کی تردید کی ہے اور یہاں تک انھوں نے رسائی کی ہے اور کہا ہے کہ ان کی امامت و خلافت پر اجماع اُمت ہے۔

نیز ابو نعیم رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں متعدد کتب تالیف کی ہیں۔ ان میں سے ایک ”معرفة الصحابة“ ہے۔ کئی جلدوں میں یہ طبع ہو چکی ہے۔ ایک فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ ایک فضائل خلفاء اربعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے علمائے کرام اور ہمارے شیوخ عظام کو حاسد کے حسد اور کینہ سے اپنے فضل و احسان سے بچائے۔ آمین ①



① معرفة الصحابة، الرد علی الرافضہ، ابو نعیم .

ابن قتیبہ رحمہ اللہ پر بد عقیدہ ہونے کی تہمت کا ازالہ

ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ مروزی ہے ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ان کی وفات ۲۶۷ھ میں ہوئی یہ ایک عظیم المرتبت ادیب تھے۔ یہ ثقافت میں بہت کشادہ روتھے ہندی اور یونانی اور علوم بھی پڑھتے تھے۔ اور تورات اور انجیل بھی ان کے زیر مطالعہ ہوتی تھیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ مغربی لوگ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور کہتے تھے جو ان کے بارے میں گری بات کرے گا وہ زندیق اور بے دین ہے اور کہتے ہیں جس گھر میں ان کی تصنیف نہ ہو وہ خیر و برکت سے محروم ہے۔^①

ان کے عقیدہ پر تہمت کا جواب:

ابن قتیبہ رحمہ اللہ علم کلام کی بحثوں کے میدان میں معرکہ آراء رہتے تھے خصوصاً خلق قرآن کے مسئلہ میں انھوں نے کافی دلچسپی لی۔ تو اہل حدیث نے بھی ان پر کافی تنقید کی مگر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کہا یہ امام اہل سنت اور خطیب ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ انھوں نے خلق قرآن کے قائلین کی تردید میں کچھ کتابیں لکھیں اور الحاد پسندوں اور اہل شرک کو ان میں چیلنج دیا ہے ان میں سے (۱) الرعد علی من قال بخلق القرآن (۲) تاویل مشکل القرآن (۳) تاویل

① تفسیر سورت اخلاص .

مختلف الحدیث۔

ان پر طعن کا جواب:

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ مشبہ فرقہ کی جانب مائل تھے۔^① امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن قتیبہ کرامیہ فرقہ کے مطابق رائے رکھتے تھے۔^②

حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ نبوی عزت و آل سے منحرف ہو گئے تھے۔ یہ ناصبیہ فرقہ کی جانب میلان رکھتے تھے۔ اجماع اُمت ہے یہ کذاب تھے۔^③ اس کا حل یہ ہے کہ یہ تمام تر تہمتیں اجمالا ہوں یا تفصیلاً ہوں سب باطل ہیں۔ اگر یہ تہمت زنی درست ہوتی تو ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں پائی جاتیں اور ان کے سیرت نگار انھیں ضرور نقل کرتے۔ جیسا کہ خطیب بغدادی ہیں۔ ابن جوزی ہیں ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اور جو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ مشبہ فرقہ میں سے ہیں یہ درست نہیں۔ کیوں کہ انھوں نے مشبہ کے خلاف کتاب لکھی ہے جس کا نام (الأختلاف باللفظ فی الرد علی المشبہ) اور تاویل مختلف الاحادیث فی الرد علی اہل التشبیہ والتجسیم والتاویل) ہے۔

باقی رہی بات جو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کرامیہ سے وابستہ قرار دیا ہے یہ بھی درست نہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ اہل سنت کا عقیدہ تھا۔ بیہقی پر خود اشعری ہونے کی تہمت لگی ہے۔

یہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو منقول و معقول کے شہسوار ہیں یہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں: قتیبہ خطیب سنت (السنہ) تھے جیسا کہ جاحظ معزز لہ کا خطیب

① تاریخ بغداد: ۱۲/۳۴، وفيات الاعیان.

② کامل ابن اثیر تذکرۃ الحفاظ، طبقات سبکی.

③ طبقات شافعیہ: ۱/۴۰۹، أسنوی، المنتظم، لسان المیزان: ۵/۲۳۲.

تھا۔ اور حاکم نیشابوری رحمۃ اللہ علیہ پر تشیع کی تہمت ہے انھیں اس لیے ایسے محسوس ہوئے ہیں کہ عترت (آل بیت) سے منحرف ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔

مورخین کی اکثریت اور جلیل القدر محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ صداقت و سلامتی عقیدہ کے عظیم الشان پیکر تھے۔ جھوٹ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔^① اگر ذرہ برابر جھوٹ بھی ان سے معروف ہوتا تو ان کے مخالفین انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے اور ان سے بے رغبت کرتے اور نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ ان کی توہین کرنا بے دینی ہے۔



① تاریخ بغداد: ۱۰/ ۱۷۰، میزان الاعتدال: ۲/ ۷۷، البدایہ والنہایہ، المنتظم.

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ پر اتہام کی حقیقت

علامہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے لقب سے ہی مشہور ہیں۔ ان کا اسم گرامی حسین بن محمد ہے یہ (ری) علاقہ کے اچھے لوگوں اور سربراہانِ علماء میں سے ہیں اپنے زمانہ کے نامور امام لغت تھے۔ ان کی تالیفات (۲۵) سے اوپر ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ماہر، علامہ، اور نمایاں محقق تھے۔ یہ لغت دانوں میں سے ذہین ترین تھے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اسلام کے حکماء میں سے تھے۔
عقیدہ:

ان کے عقیدہ کے بارے میں لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ ان کی قوم کا کہنا ہے یہ معتزلہ میں سے تھے۔ اور کہتے ہیں یہ شیعہ میں سے تھے، درست یہی ہے کہ یہ اہل سنت میں سے تھے۔

(۱) دلیل یہ ہے کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا خیال تھا کہ یہ معتزلی تھے۔ جب میں نے شیخ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر دیکھی جو انھوں نے (القواعد الصغریٰ، ابن عبد السلام) کے نسخہ پر لکھی تھی تو ہماری رائے بدل گئی۔ فرماتے ہیں: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے (تأسیس التقدیس) میں ذکر کیا کہ ابو القاسم راغب اہل سنت والجماعت کے ائمہ میں سے تھے۔ یہ ان کی کتابوں میں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ (مفردات القرآن) میں خصوصاً معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ انھوں نے معتزلہ کی تردید کی ہے انھوں نے شیخ جبائی معتزلی کی تردید کی ہے۔ (ختم کے مادہ کے تحت)

اور علیؑ کی تردید کی ہے (خل) کے مادہ کے تحت۔ اور راغبؒ نے اپنی کتاب (الاعتقاد) میں کہا ہے بندوں کا اپنے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا یہ روز قیامت ہوگا۔ اسے حکماء اور اصحاب حدیث نے ثابت کیا ہے اور کتاب و سنت سے بھی یہی واضح ہوا ہے۔

اور ان پر شیعہ ہونے کی تہمت کی صورت حال یہ ہے کہ شیعہ نے چاہا ہے کہ انھیں اپنی صف میں اور جماعت میں شامل کریں کیوں کہ راغبؒ بہت زیادہ علم والے تھے اور ان کی معلومات بہت ہی کشادہ تھیں۔ انھوں نے شیعہ ہونے کا استدلال اس سے کیا ہے کہ راغب نے حضرت علی بن ابی طالبؑ اور اہل بیت کے ائمہ سے کثرت سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن یہ شیعہ ہونے پر حجت نہیں کیوں کہ آل بیت سے محبت کرنا صحیح احادیث میں آتا ہے۔ اگر کوئی اہل بیت سے محبت کرتا ہے اور ان سے کچھ نقل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شیعہ ہے۔ علمائے کرام کی کثرت آل بیت کے اقوال کے ساتھ استدلال کرتی ہے جیسا کہ زنجبیری نے ربیع الأبرار میں اور غزالی نے (احیاء علوم الدین) اور فیروز آبادی نے (بصائر فی التمزین) میں استدلال کیا ہے۔ مگر ان میں سے کسی کو شیعہ نہیں قرار دیا گیا۔

اور راغب کے بارے میں جتنے بھی شیعہ ہونے کے خیالات باطلہ ہیں ان کی تردید خود راغبؒ نے اپنے (رسالہ الاعتقاد) میں کر دی ہے۔ اہل بدعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بدعتی فرقوں میں سے سب سے بڑے دو فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو نقصان کی راہ پر چل رہا ہے اور خود کو بڑا اچھا تصور کرتا ہے کہ وہ پسندیدہ راستہ اپنائے ہوئے ہے۔ یہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی موالات (دوستی) کا اظہار کرتے ہیں اور اس بات سے ایمانداروں کو گمراہ کرتے ہیں اور ان کی مدح سرائی اور ان سے اظہار محبت کی آڑ میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی مذمت کرتے ہیں۔ اور

کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کلام رموز و اسرار کا مجموعہ ہے یہ حق واضح نہیں کرتا۔ اور نہ ہی یہ مفہوم کی صداقت آشکارا کرتا ہے۔ اور یہ گروہ وہ ذرائع اختیار کرتا ہے جو شریعت کے ابطال والے ہیں۔^①

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں وہ فرقے جو بدعتی ہیں اور یہ (۷۲) فرقوں کے لیے جو گمراہ ہیں ان میں اصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک مشبہ ہے۔ یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتا ہے۔ اور ان میں سے ایک فرقہ قدریہ ہے ایک مرجہ ہے ایک خارجی ہے۔ ان گمراہوں میں سے ایک مخلوقیہ ہے اور ایک شیعہ ہے۔ مشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں گمراہی کا مرتکب ہوا۔ اور اس کے افعال کی نفی کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوا خارجی اللہ تعالیٰ کی وعید اور ڈانٹ میں گمراہ ہوا، اور مرجہ ایمان میں گمراہ ہوا، اور مخلوقیہ قرآن کے بارے میں گمراہ ہوا، اور شیعہ امامت و خلافت کے بارے میں گمراہ ہوا۔ اور وہ جماعت جو نجات پانے والی ہے وہ اہل سنت والجماعت ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء اور اتباع کی۔^②

اس سے واضح ہوا کہ راغب رحمہ اللہ نہ تو معتزلہ تھے نہ ہی شیعہ تھے بلکہ یہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے۔

الحمد للہ یہ ہم نے استاد اختر جمال کی تحقیق جو انھوں (الاعتقاد) رسالہ پر لکھی ہے اس سے اور استاد صفوان داودی کی (مفردات الفاظ القرآن) کی تحقیق سے حاصل کیا ہے۔ (حازی)



① رسالہ الاعتقاد، ص: ۴۳۔

② الاعتقاد، ص: ۵۴۔

امام نسائی رحمہ اللہ پر شیعہ ہونے کی تہمت کا ازالہ

ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن سنان نسائی ولادت ۲۱۵ متوفی ۳۰۳ ھ جو کہ امام اور محدث تھے ثقہ اور ثبت تھے۔ رحمہ اللہ۔ امام نسائی رحمہ اللہ کا نام گرامی کسی بھی طالب علم سے مخفی نہیں۔

(ارشاد) میں حافظ ابو یعلیٰ خلیلی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حافظ اور پختہ تھے۔ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام نسائی نمایاں ائمہ میں سے اور پختہ کار حفاظ میں سے ہیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ شیخ الاسلام، امام، ناقد حدیث تھے اور علم کے سمندر تھے۔

عقیدہ:

آپ رحمہ اللہ کا عقیدہ اہل سنت والجماعت والا تھا۔..... علمائے کرام۔
(۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بعض اہل حدیث علماء..... کو شیعہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ نسائی، ابن عبد البر، مگر نسائی رحمہ اللہ اس حد تک نہ پہنچے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہوں۔
(۲) ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ نسائی رحمہ اللہ شیعہ تھے۔

(۳) حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ میں کچھ شیعہ پن تھا اور معمولی انحراف تھا ان اختلاف کے بارے میں جو امام علی اور معاویہ اور عمر رضی اللہ عنہم کے

درمیان واقع ہوئے اللہ تعالیٰ اس بارے میں ان کے نظریات سے درگزر فرمائے۔
(۴) ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ کچھ باتوں میں شیعہ کی جانب منسوب کیے گئے ہیں۔

(۵) ابن تغری بردی کہتے ہیں: ان میں ایسا شیعہ پن تھا جو اچھے انداز میں ہوتا ہے اس میں بغض نہ تھا۔
ان تہمتوں کا دفاع:

(۱)..... بات یہ ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ کو شیعیت کا الزام اس لیے دیا گیا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے دمشق میں قیام کے دوران امام حضرت علی بن ابی طالب رحمہ اللہ کے خصائص و فضائل کے بارے میں کتاب لکھی۔ جس میں ان کے فضائل بیان کیے۔ مگر دوسرے خلفاء کے بارے میں کتاب تصنیف نہ کی تھی۔ اس بناء پر انھیں شیعہ قرار دیا گیا۔
(۲)..... ان کا خیال ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رحمہ اللہ کو ان کے مرتبہ سے پست ثابت کیا ہے۔ اس وجہ سے یہ ان کے شیعہ ہونے کی علامت ہے۔

(۱)..... دلیل کا جواب یہ ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ خود وضاحت کرتے ہیں کہ میں دمشق میں داخل ہوا، (۳۰۲ھ) کی بات ہے۔ وہاں حضرت علی رحمہ اللہ سے انحراف کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے رد عمل میں میں نے خصائص علی رحمہ اللہ کتاب لکھی۔ میں نے یہ اس اُمید پر لکھی کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے یعنی یہ حضرت معاویہ رحمہ اللہ پر حضرت علی رحمہ اللہ کی برتری تسلیم کر لیں۔ اس وضاحت کی تائید اسے بھی ثابت ہوتی ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے جب فضائل صحابہ رحمہم اللہ میں تصنیف کی۔ اس میں پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رحمہم اللہ کے فضائل ذکر کیے اور حضرت عثمان رحمہ اللہ کے فضائل بھی بیان کیے اور حضرت علی رحمہ اللہ کو چوتھے درجہ پر رکھا۔ اور اس کتاب میں دو احادیث ایسی بیان کیں جن میں حضرت عمر و بن عاص رحمہ اللہ کے فضائل بیان ہوئے تھے۔

(۲):..... دلیل کا یہ جواب ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی عبارت سے کوئی ایسی چیز نہیں نمایاں ہوتی جس میں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قدر کی پستی نظر آتی ہو۔ ابن مندہ رحمہ اللہ اس واقعہ کی تفصیل لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

اپنی آخری عمر میں امام نسائی رحمہ اللہ مصر سے دمشق کی جانب گئے۔ ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا: میں ان کی فضیلت نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ کو سیر نہ کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ برابر کامیاب ہو جائیں انھیں فضیلت کہاں سے حاصل ہوگی۔

اب بات یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بات اچھے اور خوبصورت معنی پر مراد لے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت نہیں گرائی بلکہ اہل علم و فضل کا طریقہ اختیار کیا۔ جیسا کہ علامہ عبد الرحمن المعلمی رحمہ اللہ نے تنکیل میں بیان کیا ہے کہ جب امام نسائی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ بعض اصحاب فضل میں غلو کیا جا رہا ہے تو وہ بعض کلمات ایسے بولتے ہیں بظاہر سے اس فاضل کی کسر شان دکھائی دیتی ہے۔ وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ ان میں غلو کرنے سے باز آجائیں اور ان کی اتباع کرنے کے حامل انداز سے رُک جائیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ جس کی اپنے دلوں میں عظمت رکھتے ہیں ان کی تقلید اور ان کے بارے میں غلو کرنے کے شوقین ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان سے یہ کہا جائے یہ خطاء سے معصوم نہیں اور اس کی دلیل بھی ہو کہ یہ معصوم نہیں تو پھر بھی یہ اسے تسلیم نہیں کرتے اگرچہ کہا جائے اس نے خطاء کی ہے تمہارے لیے حلال نہیں کہ جس چیز میں اس نے خطا کی ہے اس کی اتباع کرو۔ تو وہ جواب میں کہتے ہیں وہ تم سے زیادہ علم والا ہے تم غلط ہو سکتے ہو وہ نہیں۔ ایسی صورت میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ اہل علم ایسے قابل قدر آدمی کو جس کی تقلید کی جا رہی ہو اسے اس کے مقام سے ذرہ پست بیان

کرتے ہیں تاکہ اس قسم کے مقلد اس کی تقلید سے باز آجائیں۔

اس میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل بیان کرنا بہتر ہوگا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد گرامی تھے۔ اور آپ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ہی زیادہ عزت و تکریم کرتے تھے مگر بعض مسائل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کیا ہے کہ بعض باتوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مقام سے نچلا کرتے نظر آتے ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جس سے علم حدیث لیا گیا ہو (مروی عنہ) اور جو روایت کرنے والا ہو (راوی عنہ) ان کا معاصر ہونا کافی ہے آپس میں ان کی ملاقات شرط نہیں اور جو شرط لگاتے ہیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے خلاف سخت ترین انداز میں بات کہتے ہیں حتیٰ کہ کم علم تک کہہ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ راوی اور مروی عنہ دونوں کے درمیان ملاقات کی شرط لگانے والوں میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد و شمار عزت کرتے تھے۔ لہذا علماء کا ایک خاص انداز ہے۔

آپ اگر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات پر غور و تدبر کریں تو ان کے مطالب قابل قبول نظر آتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر ان میں سخت ترین طعن و تشنیع نظر آتی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت نوف بکالی کو حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں انھوں نے کہا کہ ان کے پاس جانے والے کوئی اور موسیٰ علیہ السلام تھے بنی اسرائیل والے نہ تھے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا تھا: کَذَبَ (ان سے جھوٹ نکلا)۔

اس لیے نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ برا بر نکل جائیں، وغیرہ اسی وقتی طور پر سخت گوئی میں کہا گیا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں غرق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض میں ہلاک

ہو رہے ہیں تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مناسب خیال کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معمولی سا قدر و منزلت سے پست بیان کیا تاکہ ان کی محبت میں ڈوبا ہوا ہلاک نہ ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے تو انھوں نے جواب میں کہا:

اسلام ایک گھر کی مانند ہے جس کا دروازہ ہوتا ہے تو اسلام کا دروازہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دی۔ اس نے اسلام کو اذیت دینے کا ارادہ کیا جیسا کہ کوئی دروازہ میں سوراخ کرتا ہے تاکہ اس میں داخل ہو پس جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اذیت کا ارادہ کیا اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دینے کا ارادہ کیا۔^①

یہ واضح دلیل ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ شیعیت سے بری تھے۔ اور جو یہ کہا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ انھیں سیر و سیراب نہ کرے۔“ (مسلم) یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید نہیں بلکہ ان کی منقبت و عظمت ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔^②

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: اس فضیلت کی تائید یہ حدیث کر رہی ہے۔ اُم سلیم (رضی اللہ عنہا)! مجھے معلوم ہے میں نے اپنے رب سے یہ شرط کی ہے کہ میں نے کہا ہے: اے میرے اللہ! بے شک میں بشر ہوں۔ جس مسلمان کو میں نے لعنت کی ہے یا برا بول کیا ہے اسے اس کے لیے بہت زیادہ پاکیزگی اور اجر کا باعث بنا دے۔

تو ثابت ہوا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات اور حدیث کے الفاظ اس حدیث کی رُو

① تہذیب الکمال مزی .

② سیر اعلام: ۱۴/۱۳۰ .

سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے پاکیزگی اور اجر کا باعث ہے۔ حافظ مزی رحمہ اللہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے امام نسائی رحمہ اللہ نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے۔ اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ابو عبد الرحمن امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی بداعتقادی نہیں بلکہ یہ دلالت کرتا ہے ہر حال میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کرنے سے رک جائیں۔^①



① تحقیق خصائص علی رضی اللہ عنہ، ابواسحاق حوینی۔

امام بخاری رحمہ اللہ پر الزام کی تردید

محمد بن اسماعیل، امام وحافظ، ثقہ، حافظہ کے پہاڑ، زاہد، پرہیزگار، صاحب صحیح بخاری رحمہ اللہ اور دیگر مفید کتابوں کے مؤلف ہونے کے باوجود آپ رحمہ اللہ حاسدوں، جاہلوں اور معصروں کی اذیت سے محفوظ نہیں رہے۔ ان کے علمی مرتبہ کی بلندی، اور آسمان رساشہرت سے جل کر کئی کینہ پرور اور حسد کی آگ میں جلے والی جانیں ان پر الزام لگانے کے لیے متحرک نظر آتی ہیں۔

خلق قرآن کے بارے میں گفتگو کا فتنہ بہت شدید تھا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ کا عقیدہ بھی یہی تھا۔

ہم درج ذیل میں وہ بات چیت نقل کرتے ہیں جو بخاری رحمہ اللہ اور ذہلی رحمہ اللہ کے درمیان ہوئی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حسد نے ایک بہت بڑا چکر چلا دیا تھا۔ عوام الناس گمراہ ہوئے حتیٰ کہ انھوں نے امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی الزام لگا دیا کہ یہ بھی خلق قرآن کے قائل ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ ۲۵۰ھ میں نیشاپور تشریف لائے۔ کچھ مدت وہاں رہے۔ اور روزانہ حدیث بیان کرتے رہے۔ حاکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں نے محمد بن حامد بن بزار رحمہ اللہ سے سنا یہ کہتے ہیں میں نے محمد بن حسن رحمہ اللہ سے سنا یہ کہتے ہیں، میں نے محمد ذہلی رحمہ اللہ سے سنا، یہ کہتے ہیں۔ یہ نیک آدمی جو عالم دین

ہے (بخاری رحمہ اللہ) اس کے پاس جاؤ اور اس سے حدیث کا سماع (سننا) کرو۔ لوگ گئے، اور اس سے سماع حدیث پر مکمل توجہ دی۔ اتنی لوگوں نے رغبت کی محمد بن یحییٰ مراد امام ذہلی ہیں کی مجلس حدیث میں خلل ہو گیا سننے والے کم ہو گئے، پھر انہوں نے خود ہی اس نیک آدمی کے بارے میں تنقید شروع کر دی۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جب محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ نیشاپور میں آئے تو میں نے کسی بادشاہ اور نہ ہی کسی عالم کا استقبال ایسا دیکھا ہے۔ نیشاپور والوں نے اتنی محبت کی کہ شہر سے دو مرحلے دور سے ان کا والہانہ استقبال کیا۔

ابو احمد بن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشائخ کی ایک جماعت نے مجھ سے ذکر کیا کہ محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ جب نیشاپور میں تشریف لائے تو لوگ جم غفیر کی مانند ان کی طرف اُمد آئے۔ اس وقت کے بعض شیوخ نے ان سے حسد کیا اور اصحاب حدیث سے کہا، محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: میرے الفاظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہیں۔ جب آپ مجلس میں حاضر ہوئے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: اے ابو عبد اللہ! امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ کنیت ہے آپ قرآن کے الفاظ کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ مخلوق ہیں۔ یا غیر مخلوق ہیں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے رخ پھیر لیا اس نے تین بار کہا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے جواب نہ دیا۔ اس نے سخت اصرار کیا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مخلوق نہیں اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں۔ اور اس بارے میں امتحان لینا بدعت ہے۔ تو اس آدمی نے شور کر دیا کہ امام صاحب نے کہا ہے میرے الفاظ قرآنی مخلوق ہیں۔

فربری کہتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے فرماتے ہیں، بندوں کے افعال مخلوق ہیں۔ غنجانے اپنی تاریخ بخاری میں لکھا ہے ہم سے خلف بن محمد نے بیان کیا، یہ کہتے ہیں میں نے ابو عمرو احمد بن نصر خفاف سے سنا۔ فرماتے ہیں ہم ایک دن

ابو اسحاق قرشی کے پاس تھے اور ہمارے ساتھ محمد مروزی بھی تھے۔ تو بخاری رحمہ اللہ کا ذکر ہوا، تو محمد بن نصر مروزی نے کہا: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے، فرماتے ہیں: جس نے یہ کہا کہ بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے، میرے الفاظ قرآنی مخلوق ہیں وہ کذاب ہے میں نے ہرگز یہ نہیں کہا۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ پر جو یہ تہمت ہے کہ میرے الفاظ قرآنی مخلوق ہیں وہ اس سے قطعاً بری ہیں۔ اس کی تردید انھوں نے خود بھی کی ہے اور وہ کتاب بھی کرتی ہے جو انھوں نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھی ہے جس کا نام (خلق افعال العباد) ہے۔

یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا معروف عقیدہ ہے ان کے زمانہ سے لے کر آج تک یہی ان کا عقیدہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حاسدوں اور کینہ پروروں کی سازشوں سے اپنے کرم اور احسان کے ساتھ محفوظ رکھے۔ واللہ المستعان۔ آمین۔



امام ابن حبان رحمہ اللہ پر زندہ لٹی کی تہمت سے براءت کا بیان

ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو حافظ، علامہ، محمد بن حبان تمیمی، بستانی رحمہ اللہ کو نہ جانتا ہو۔ یہ تمام فنون کی نفیس کتابوں کے ماہر تھے۔ یہ بست شہر میں پیدا ہوئے جو جدید افغانستان کا ایک شہر ہے۔ یہ طلب علم کے لیے مشرق و مغرب تک گئے یہ بہت بلند ہمت تھے۔ یہ علوم کے سمندر تھے۔ یہ محدث تھے انھوں نے التقاسیم والانواع کتاب تحریر کی۔ الثقات والمجروحین وغیرہ کتب تالیف کیں۔ یہ فقیہ، اُدیب، فطین، اور نجیب تھے۔ یہ علم کلام اور طب کے بھی ماہر تھے اور دیگر علوم و فنون میں دسترس رکھتے تھے۔

تہمت کی آزمائش:

مذموم حسد، اور کینہ پروری کا زہر حضرت ابن حبان رحمہ اللہ کے دشمنوں کے اندر شعلہ بن کر اٹھتا ہے کیوں کہ یہ آپ رحمہ اللہ کے بلند و بالا مرتبہ اور لوگوں کے درمیان آپ رحمہ اللہ کی عزت دیکھ کر جل بھن گئے۔ یہ حاسد اس کے انتظار میں تھے کہ کوئی ہرزہ سرائی اور ردی قسم کی بات کا ان کے بارے میں جانیں اور دنیا کو ان کے خلاف نفرت سے بھر دیں اور خلق خدا کے دلوں میں ان کے خلاف بغض پیدا کر دیں۔ آخر کار یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے، ابن حبان رحمہ اللہ و رطہ حیرت میں آ گئے اور علم کلام اور فلسفہ کے انداز میں ایک عبارت بول دی تو انھیں یہ فرصت ہاتھ آ گئی جو منتظر تھے اسے انھوں نے غنیمت جانا اور ایک تباہ کن الزام لگا دیا اور ان کی بے قرار حسرتوں کو قرار ملا یہ کہنے لگے کہ ابن حبان رحمہ اللہ کی زبان پھسل گئی ہے یہ کہتے ہیں نبوت، علم اور عمل سے حاصل ہوتی ہے۔

اس کی آڑ میں انھوں نے ان پر زندہ لٹی (الحاد) کی تہمت لگا دی لوگوں نے انھیں

چھوڑ دیا دور ہٹ گئے، بلکہ آپ ﷺ کے حاسدوں نے یہ معاملہ خلیفہ وقت تک اٹھایا اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی سلامتی منظور نہ ہوتی تو ابن حبان رحمہ اللہ کا سر قلم کر دیا جاتا ہے۔

اس شبہ کا ازالہ اور اس امتحان کی حقیقت یہ ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں یہ بڑی ہی عجیب و غریب داستان ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ اس اُمت کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ ہم ان کی عصمت اور خطا نہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے مگر جو بات انھوں نے کہی ہے ایک مسلمان اسے بولتا ہے اور ایک فلسفی اور زندیق بھی بولتا ہے۔ تاہم ایک مسلمان کے لائق تو نہیں کہ ایسا بولے۔ لیکن ہم ابن حبان رحمہ اللہ کی طرف سے معذرت کرتے ہیں۔ آپ نے مبتداء کو خبر میں حصر نہیں کیا (نبوت عمل ہی ہے) یہ اس کی مثل ہے جو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **الْحَبُّ عَرَفَهُ**، عرفات میں ٹھہرنا حج ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ حاجی صرف عرفات میں ٹھہرنے سے کامل حاجی نہیں بنتا بلکہ اور بھی اس پر حج کے فرائض اور واجبات ہیں یہاں حج کا اہم رکن بتایا ہے۔ اسی طرح ابن حبان رحمہ اللہ نے یہاں نبوت کا اہم جزء بتایا ہے کیوں کہ ایک نبی کی کامل ترین صفت یہ ہوتی ہے وہ علم و عمل کا مکمل پیکر ہوتا ہے نبی بنتا ہی تب ہے جب یہ دونوں وصف اس میں پائے جائیں۔ یہ مطلب نہیں کہ جو بھی علم و عمل میں نمایاں ہو جائے وہ نبی بن جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ نبوت تو حق تعالیٰ کی طرف سے وہی ہے۔ اسے آدمی اپنے ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ یہ ہے کہ علم اور عمل اس سے جنم لیتے ہیں۔ مگر فلسفی کہتا ہے نبوت اکتسابی (اپنے عمل سے حاصل شدہ) ہے۔ علم اور عمل اس کا نتیجہ ہے، یہ بات کفر ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ قطعاً ایسی بات مراد نہیں لیتے۔ ❶ ہاں حاشا وکلا! اللہ تعالیٰ کی قسم وہ یہ مراد نہیں لے سکتے، ایک امام علامہ ابو حاتم (ابن حبان رحمہ اللہ کی کنیت ہے) یہ کہیں کہ نبوت اکتسابی (حاصل کردہ) ہے اور یہ ہو بھی محض، فقیہ، ادیب و اریب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ علماء کے ساتھ حسن ظن رکھے اور انھیں اچھے عمل پر قیاس کرے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (المیزان) میں فرماتے ہیں۔ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں، فرماتے ہیں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات (کہ نبوت علم و عمل ہے) اس کا مناسب محمل بھی ہے۔ انھوں نے یہ مراد لیا ہے کہ نبوت کا ستون عمل ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نبوت اور وحی اسے ہی دیتا ہے جو ان دو اوصاف (عمل و علم) سے متصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی عالم ہوئے تھے۔ اور جہاں علم الہی موجود ہو وہاں عمل صالح کا ہونا لازم ہے۔ تو اس اعتبار سے ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا ہے۔ نبوت علم اور اس عمل کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتا ہے۔

تو نبوت ان دو کامل اور صاف (علم و عمل) کی تفسیر ہے، ان دو کامل اوصاف کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور کوئی نہیں صرف وحی الہی ہے۔ یہ علم یقینی ہے جس میں کچھ ظن بھی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا علم بھی یقینی ہے مگر زیادہ ظنی ہے۔ اور نبوت معصوم ہوتی ہے جب کہ دوسرے لوگ معصوم نہیں ہوتے اگرچہ علم و عمل کی کسی بھی حد تک پہنچ جائیں۔ اور خبر کی ایک چیز اپنے بعض ارکان کی تصدیق کرتی ہے اور ہر خبر کے بعض ارکان دوسرے ارکان اور بعض مقاصد دوسرے مقاصد سے اہم ہوتے ہیں۔ لیکن انھیں استعمال کرنا ہمارے لیے تب ہی مناسب ہے جب ہمیں کوئی اس کے لیے قرینہ اور علامت ملے جیسا کہ ہم نے اوپر کہا، عرفات حج ہے یہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سمجھنے کا قرینہ ہے ان کی مراد علم و عمل سے نبوت کے اکتساب کا نہیں بلکہ انھیں نبوت کا اہم حصہ کہنا ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت چار دانگ عالم میں دھوم مچا رہی ہے۔ آپ ایسے علمی مرتبہ پر فائز ہیں کہ علم حدیث کے یہ لیڈر ہیں۔ ان کے بارے میں یا قوت حموی فرماتے ہیں، جو بھی ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پر نظر انصاف سے غور کرے گا وہ یہ جان لے گا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بحر علوم کے ماہر شناور تھے۔

طارق بن زیاد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ پر کشتیاں جلانے کے الزام کا جائزہ

تاریخ کی کتابوں میں یہ داستان شہرت پا چکی ہے جسے بغیر سند ہی نقل کیا جا رہا ہے۔ عرب کے مغربی علاقہ اور ہسپانیہ کے فاتح طارق بن زیاد نے کشتیاں جلادی تھیں۔ یہ ایک جھوٹ ہے جسے بعض انشاء پردازوں اور ادیبوں نے گھڑا ہے تاکہ طارق بن زیاد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے جذبہ قربانی کی فکر اُجاگر کریں۔

اے میرے مسلمان بھائیو! ہم اس قصہ کے باطل ہونے پر دلائل بیان کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

- (۱)..... کشتیاں جلانے میں لوگوں کے مال کا ضیاع ہے یہ جائز نہیں۔
- (۲)..... کشتیاں جلانے کا عمل تب بروئے کار لانے کا فائدہ ہوتا اگر دل و جان مضبوط ہوں۔ اگر دل و جان مضبوط نہیں تو پھر کشتیاں جلانا مفید نہیں تھا۔
- (۳)..... یہ ہے کہ کشتیاں جلانے کی خبر ان کے لشکر اور معصروں میں سے کسی نے بھی نہیں ذکر کی، یہ ان سے چند صدیاں بعد ذکر کی گئی ہے۔
- (۴)..... اور طارق بن زیاد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے خود نہیں کہا کہ میں کشتیاں جلاتا ہوں یا میں اس کا حکم دیتا ہوں، بلکہ یہ بعض بعد والوں نے ان کے خطبہ سے مفہوم لیا ہے۔ انھوں نے خطاب میں کہا:

لوگو! بھاگ کر کہاں جاؤ گے سمندر تمہارے پیچھے موجزن ہے اور دشمن تمہارے سامنے جوش زن ہے۔ انھوں نے ان کی اس بات سے یہ خیال کر لیا ہے کہ کشتیاں

جلادی تھیں، حالانکہ ایسا نہیں وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ جب سمندر پیچھے ہے تو ان کے لیے اب کوئی وسیلہ نہیں جو انھیں مغربی کنارے تک پہنچائے، اس لیے کشتیاں جلادیں۔ حالانکہ یہ سمجھنا سخت غلط ہے۔ وسیلہ نہ رہنے کا تو ٹھیک ہے مگر کشتیاں جلانا درست نہیں۔ (۵)..... یہ ہے کہ یہ کشتیاں طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں نہ تھیں کہ جس طرح چاہتے وہ ان کے بارے میں کرتے۔

(۶)..... اس واقعہ کے غلط ہونے میں یہ بات بھی ہے کہ ان کشتیاں جلانے کا محاسبہ نہ تو فوجوں کے کمانڈر موسیٰ بن نصیر نے کیا نہ ہی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے ان کا محاسبہ کیا۔

(۷)..... اور طارق بن زیاد کے لیے یہ زیادہ بہتر تھا کہ وہ کشتیوں کو مغربی کنارہ تک واپس لے جانے کا حکم دیتے اور نتیجہ حاصل ہونے کے بعد انھیں بروئے کار لاتے یہ بہتر تھا کہ انھیں جلا کر مسلمانوں کو خسارہ میں ڈالتے۔

(۸)..... یہ ہے کیا طارق رضی اللہ عنہ کو توقع نہ تھی کہ وہ ان پر رسد طلب کرتے اور مدد طلب کرتے انھیں جلا کر کس چیز پر امداد آتی۔

(۹)..... اور موسیٰ بن نصیر بقیہ فوجوں کو لے کر آیا تھا اور انھی کشتیوں پر انھیں لایا تھا، یہ وہ فوجی تھے جنہیں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے اندلس میں داخل کیا گیا تھا اور انھیں انھی کشتیوں پر لایا گیا تھا اگر یہ جل گئی تھیں تو یہ محافظ دستہ کیسے منتقل ہوا۔

(۱۰)..... اور کشتیوں کو جلانے کا عمل کوئی ایسا طریقہ نہیں جس سے مسلمانوں کے دلوں میں بہادری انگڑائی لیتی مسلمان تو اپنے جہاد کرنے کی غرض سے خوب واقف تھے کہ دو اچھائیوں میں سے ایک انھیں ضرور حاصل ہوگی۔ زندہ رہے تو غازی اور مال غنیمت پائیں گے، یا پھر شہادت کا تمغہ ان کے سینہ کی زینت بنے گا۔

(۱۱)..... یہ کشتیاں جلانے والی روایت سب سے پہلے پانچویں ہجری صدی میں

تدوین کی گئی، یعنی اندلس کی فتح کے بعد تین صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا تھا اور پھر کسی دوسری روایت نے اس کی تائید بھی نہیں کی۔

ہماری ان گزارشات سے واضح ہوا کہ طارق بن زیاد نے کشتیوں کو نہیں جلایا، بلکہ یہ مسلمانوں کے پاس رہی تھیں۔ اور اندلس کی طرف مدد انھی پر منتقل ہوئی تھی۔ اور مسلمانوں کے سپہ سالار نے اپنا بقیہ لشکر انھی پر سوار کر کے منتقل کیا تھا۔^①



① مفہومات اساسیہ، مجلہ الفیصل: ۱۶۳، التاریخ الأندلسی، ص: ۶۲، فتوح وافریقہ اندلس، ص: ۹۰، نفع الطیب: ۱/۲۳۶، نزہۃ المشتاق فی اختراق الأفاق: ۲/۵۳۹، دولت اسلامی فی الاندلس، ص: ۴۹.

عبدالحق بن عطیہ پر بے دینی کی تہمت کا جائزہ

اب ہم فاضل، علامہ زماں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو حاسدوں کی زبانوں کی کاٹ سے محفوظ نہیں رہے۔ اور مکاروں کے مکر سے نہ بچ سکے۔ یہ یگانہ روزگار اور علم کا روشن مینار ہیں یہ قاضی ادیب شیخ ابو محمد عبدالحق بن ابو بکر غالب بن عبدالرحمن بن عطیہ محاربى رحمہ اللہ ہیں۔

یہ اہل غرناطہ میں سے تھے۔ ۴۸۱ھ میں پیدا ہوئے، اندلس کے علاقہ کے مشہور قاضی ہیں۔ یہ فضل و علم والے گھرانہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ یہ فقیہ، عالم اور تفسیر و احکام کے ماہر تھے۔ یہ لغت اور ادب و شعر میں خوب دسترس رکھتے تھے اور ماہر فن تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مجاہد بھی تھے یہ ملشمن کے لشکروں کے ساتھ وابستہ ہو کر لڑتے رہے۔

ان کی متعدد تالیفات ہیں۔ ایک وہ عظیم تفسیر ہے جو ”المحرر الوجیز“ کے نام سے ہے۔ یہ کتاب اسم باسْمیٰ ہے اس میں انھوں نے شبہات کے جوابات تحریر کیے ہیں اور جتنی ضرورت ہے اتنی تحریر کی ہے۔

زندہ بقی کی تہمت:

زکشی رحمہ اللہ نے ابن عطیہ پر زندہ بقی کی تہمت کا اشارہ دیا ہے اور اس میں سے ان کی براءت پر مفید لکھا ہے۔ انھوں نے اپنے شیخ قاضی و مفتی احمد بن محمد قلجانی سے درج ذیل بات نقل کی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض اداء عبدالمؤمن کے محلہ میں داخل

ہوئے، جو شک پرور تھے انھوں نے ان ادیبوں کے آنے کی اپنے قاضی سے امام ابو محمد عبدالحق کی شکایت کی اور بس اسی بناء پر انھیں زندیقیت سے منسوب کر دیا تو امام نے یہ شعر کہا:

أَهْلُ الْمَرْيَةِ لَا خَلَقَ لَهُمْ
يُفْسِقُونَ قُضَاةَ الْعَدْلِ تَفْسِيقًا

”ان شک پروروں کا نصیب نہ رہے یہ عدل پرور قاضیوں کو بھی فاسق قرار دیتے ہیں۔“

قَالُوا تَذَنِّدَقَ عَبْدُ الْحَقِّ قُلْتُ لَهُمْ
وَاللَّهِ مَا كَانَ عَبْدُ الْحَقِّ زَنْدِيقًا

”انھوں نے کہا عبدالحق زندیق ہے میں نے ان سے کہا: واللہ! عبدالحق زندیق نہیں ہوا۔“

انھوں نے سچ کہا ہے حاشا وکلاء، یہ فاضل و قاضی شیخ عبدالحق بن عطیہ اس سیاہ کار مرعوب کن صفت سے متصف نہیں ہو سکتے۔

مگر برا ہو اس کینہ پروری اور اس زہر آلودگی کا یہ کتنی بُری چیز ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی عافیت کا سوال کرتے ہیں۔



یعقوب فسوی رحمہ اللہ پر شیعہ ہونے کی تہمت کا جائزہ

ائمہ دین میں سے ایک اہم امام ہیں۔ انھوں نے تقریباً طلب علم میں تیس برس سفر کیا۔ یہ علامہ ہیں، حافظ ہیں، حجت ہیں اور محدث ہیں۔ اسم گرامی ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان فارسی فسوی ہے۔ آپ فارس کے شہروں میں سے ایک شہر ”فسا“ میں پیدا ہوئے۔

اور یہ بصرہ میں (۱۳) رجب ۲۷۷ھ میں فوت ہوئے، ایک قول ہے ان کی وفات ۸۱ یا ۲۸۰ھ میں ہوئی۔^①

شیعہ ہونے کی تہمت:

ابن اثیر رحمہ اللہ نے الکامل: ۴/۴۲۰ میں بیان کیا ہے۔ یہ شیعیت کا میلان رکھتے تھے، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بعض نے انھیں شیعیت کی طرف منسوب کیا ہے۔ یا قوت نے معجم میں بھی یہی کہا ہے۔

اس کا جواب:

یہ بہت بڑا ان پر بہتان ہے ایسا اس ہستی کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے جس نے نبوی سنتوں کا احیاء کیا اور نہایت ہی مضبوط انداز میں سنتوں کی اتباع کرتے تھے۔ علامہ ابن حبان رحمہ اللہ نے انھیں پرہیزگاری، اور عبادت گزاری میں اور سنت کی

① معجم البلدان: ۳/۸۹۲، تہذیب التہذیب: ۱۱/۳۸۵، البدایہ والنہایہ: ۱۱/۶۰، شذرات الذهب: ۲/۱۷۱۔

سخت ترین پابندی کرنے میں ایک مثال قرار دیا ہے۔

ان کے بارے میں ابن عماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث کے ارکان میں سے ایک رکن تھے۔ ثقہ، ماہر حدیث، اور حدیث کی پہچان رکھنے والے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انھیں شیعہ قرار دینا میرے علم کے مطابق درست نہیں۔ یہ یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ بڑی قدر و شان والے محدث تھے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنقید کرتے تھے۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔

یہ خلفائے راشدین میں سے کسی پر اعتراض نہ کرتے تھے۔ اس کی دلیل ہے کہ انھوں نے خلفائے راشدین کے فضائل میں ایک فصل باندھی ہے اور ان صحیح احادیث کو بیان کیا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب میں تھیں۔ ان کا عقیدہ اہل حدیث والا عقیدہ تھا جو کتاب و سنت کے متبع تھے۔

ان کی کتاب (السنہ) میں سلف صالحین والا منہج و طریقہ ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رضی اللہ بولتے ہیں اور ان سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل ہیں۔ اور اہل بدعت اور ہوا پرستوں کی مذمت کی ہے اور کہا ہے قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔ ان کے شیعہ نہ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے زید بن حارث کے بارے میں کہتے ہیں، ثقہ ہے ثقہ ہے بہترین ہے مگر کچھ تشیع کی جانب مائل تھا ان پر یہ تنقید کی ہے اگر خود شیعہ ہوتے ایسا نہ کرتے۔ ثابت یہ ہوا ان پر شیعیت کی تہمت باطل ہے۔^①



① المعرفة والتاریخ شرح السنہ لالکائی، تہذیب: ۱۱ / ۳۸۷، تہذیب الکمال (مزى).

قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ پر جھوٹ کی تہمت کا جائزہ

علامہ حافظ زین الدین ابو عدل قاسم بن قطلوبغا (یہ دو جملوں سے مرکب ہے ایک قطلو۔ جس کا معنی مبارک ہے اور دوسرا بغا۔ اس کا معنی طاقتور اور نر ہے۔ معنی یہ ہوا مبارک اور نرم عالم دین۔)

یہ امام احمد رحمہ اللہ حنفی ہیں۔ علم اور دین کے مجسم و پیکر کے طور پر معتبر ہیں۔ ۸۰۲ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ علم کے حفظ و استیعاب (ضبط کرنے) میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے متعلق ان کے شاگرد کہتے ہیں۔ ابن قطلوبغا، ایک امام علوم و فنون کے قوی شاہکار ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی مدح کی ہے کہ یہ علامہ، امام، محدث، فقیہ تھے۔ اسی طرح ان کے ہمعصر علمائے کرام نے بھی تعریف کی ہے کہ یہ فہم و ذکاؤ والے اور قوی حافظ والے تھے۔ ان کے مشائخ نے انھیں فتویٰ دیئے اور تدریس کی اجازت دی تھی۔ یہ حنفی علماء میں سے تھے اور ذہین علمائے حنفیہ میں سے تھے۔ انھوں نے استفادہ کیا اور فائدہ مند ہی لکھا اور دوسروں تک فائدہ پہنچایا۔

ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت:

برہان بقاعی کہتے ہیں، یہ بہت سارے علوم و فنون سے آراستہ تھے۔ فقہ حدیث اور اصول میں ان کے بعد ان جیسا حنفی پیدا نہیں ہوا، مگر یہ جھوٹ بولتے تھے۔ یہ اپنی بات پر ٹھہرتے نہ تھے پھر جاتے تھے اس لیے ان کی بات پر اعتماد نہیں۔

اس کا جواب:

یہ ہے اللہ تو پاک ہے یہ ان پر بہت بڑا بہتان ہے اور باطل افتراء پر دازی ہے

معاصرت کے حسد نے اس پر آمادہ کیا ہے۔ اور اس کا باعث ایک یہ بھی ہے کہ ابن فارض کے فتنہ کے بارے میں بقاعی اور ابن قاسم کے درمیان جو اختلاف ہوا تھا اس بہتان کی یہ وجہ بھی تھی۔

اس بارے میں جو بہترین بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ دو ہم عصر عالموں کی بات ہے ہم کسی پر عیب نہیں لاتے۔ اور برہان بقاعی کی بات کسی نے ذکر نہیں کی جس نے بھی علامہ ابن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے ہیں۔ اور ان کا ذکر کیا ہے، گر ان کے اختلاف والی بات معاصرت کی وجہ سے کسی نے ذکر نہیں کی اور نہ انھیں جھوٹا لکھا ہے جو شخص بچپن سے ہی یوں پروان چڑھا ہو کہ وہ علوم شریعت حفظ کرتا رہا ہے اور طلب علم میں سفر پر رواں دواں رہا ہے اور جس کی تعریف علمائے کرام اور سب ادباء نے کی ہے اور جو فنون علم میں مگن ہو کر علوم اسلام کی عرصہ دراز تک نگہبانی کرتا رہا ہے اور پھر اتنی زیادہ فہم و ذکاوت والا ہو اور عجیب انداز پر سرسری نظر میں گہرائی میں اترنے والا ہو تو یہ بات لازم ہے کہ بقاعی اس کے ادراک سے اور مقابلہ کرنے سے قاصر ہے اور اسے جھوٹ کی جانب نسبت کرنے سے اس نے ظلم اور جعل سازی کا ظلم کیا ہے۔ بقاعی! تم نے یہ بات کہتے ہوئے انصاف کا دامن چھوڑ دیا ہے۔

ظاہر ہوتا ہے بقاعی اپنے زمانہ کے چوٹی کے علماء پر جرح و تنقید کر کے ان میں سے اکثر کی ہتک عزت کرتا ہے اور پھر یہ خود بھی نشانہ بنا ہے اور آزمائش میں مبتلا ہوا ہے اس کے ہم عصر سخاوی نے اپنی کتاب ”الضوء اللامع“ میں اس پر سخت تنقید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرانگیزوں، مد مقابلوں اور مخالفوں سے اپنی طاقت اور قوت کے ساتھ بچائے۔^①

① الضوء اللامع: ۶/ ۱۸۴، البدر الطالع: ۲/ ۴۵، شذرات الذهب: ۷/ ۳۲۶، الاعلام: ۵/ ۱۸۰، تاج التراجم، هواتف الجنان.

علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ پر کتابیں چوری کرنے کی تہمت کا جائزہ

ابن ملقن رحمہ اللہ نامور اور چوٹی کے محدثین میں سے ہیں۔ یہ بھی لوگوں کی بدزبانی سے سلامت نہیں۔

ان پر تہمت کا ذکر:

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انھیں اس بدزبانی سے منسوب کیا گیا ہے کہ یہ تصانیف چرایا کرتے تھے۔ یہ خود علم کا استحضار نہ رکھتے۔ یہ بہت ساری تالیفات لوگوں کی کتابوں کے نسخوں کے مطابق تالیف کرتے اور اپنے نام لکھتے۔ مزید کہتے ہیں کہ مصری انھیں تصنیف چرانے والے کہتے ہیں۔^①

اس کا جواب:

یہ بات جس نے بھی کی ہے نہایت ہی ردی اور غیر پسندیدہ ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: البدرا الطالع: ۱/۵۰۸ میں ان کا دفاع کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

مصنف رحمہ اللہ پر یہ بہتان ہے جیسا کہ یہ کسی سے بھی مخفی نہیں۔ ان کی کتابیں ان پر گواہ ہیں اور اس الزام کی بابت دہل تردید کرتی ہیں اور پکار پکار کر یہ اعلان کر رہی ہیں کہ ابن ملقن تمام علوم کے امام تھے۔ ان کی شہرت آسمان علم تک بلند ہے اور ان کا ذکر زبان زد عام ہے اور ان کی تالیفات پوری دنیا میں اپنا لوہا منوا چکی ہیں۔ لہذا چوری کا الزام ان پر سینہ زوری ہے۔ یہ امام فن تھے۔ رحمہ اللہ۔^②

① ابناء الغمر: ۲/۲۱۸، طبقات الشافعیہ: ۴/۵۷.

② المعجم المؤسس بالمعجم المفہرس: ۱۹۷، طبقات شافعیہ: ۴/۵۳، الضوء اللامع: ۶/۱۰۰، النجوم الزاہرہ: ۱۱/۳۶۰.

ابن سید الناس پر بے ادبی کی تہمت کا جائزہ

ابن سید الناس علمائے شام میں سے ہیں، ان کا اسم گرامی محمد بن محمد بن سید الناس ہے۔ یہ بہت ہی بلند اور عمدہ اخلاق والے تھے۔ لبوں پر مسکراہٹ رہتی تھی، شیرینی والی اور رس گھولنے والی گفتگو کرتے تھے اور لیکچر بہت اچھا دیتے تھے، اور خوش خط تھے۔ اور مضبوط ذہن کے مالک تھے اور تواضع والے تھے۔^①

ان پر تنقیدات:

ابن سید الناس کی جانب کچھ تنقیدات منسوب ہیں جن کا زیادہ تر حصہ ان کا ہے جنہوں نے آپ پر تعریف کی ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعریف کے بعد فرماتے ہیں ان پر دین کے بارے میں اور سیرت کے بارے میں کچھ قابل مواخذہ چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں اصلاح کی توفیق دے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان کی ثناء کے بعد فرماتے ہیں۔ ان کا عقیدہ اخلاق اور علم لائق تعریف ہے۔ مگر تنقید سے محفوظ نہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بے ادب تھے۔ کمال اُدنوی، کہتے ہیں۔ یہ ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی ہیں یہ اپنی کتاب ”البدور المسافر“ میں کہتے ہیں۔ یہ کم عقلوں اور شرابیوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے۔ اس وجہ سے یہ ملامت کی زد میں آگئے اور تنقید کے تیروں کا نشانہ بنے۔

اس کا جواب:

جن لوگوں نے یہ معاملات تنقید ذکر کیے ہیں انہوں نے پہلے یا بعد میں ان کی

① الدرر الكامنه : ۴ / ۳۳۰ ، الوافی بالوفیات : ۱ / ۲۸۹ ، البدایہ والنہایہ :

۱۴ / ۱۴۷ ، معرفة القراء الکبار .

خوبیاں ذکر کی ہیں۔ یہ خوبیاں اور محاسن ان علمی و دینی تنقیدات کی تاثیر کو ختم کر دیتی ہیں ان تنقیدات کی تردید کے لیے یہی کافی ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اوصاف بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ ان میں دل لگی اور خوش طبعی تھی۔ لیکن یہ حدیث میں سچے تھے اور بات سچی کرتے تھے۔ ادنوی کہتے ہیں۔

ابن سید الناس ملے جلے مزاج والے تھے۔ یہی ابن کثیر اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور ان سب نے ان کی براءت بھی لکھی ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بادشاہ محمد بن قلاوون ناصر نے ابن سید الناس کا جنازہ دیکھا جو بہت بھیڑ والا اور بھرپور تھا۔ اس نے جلال قزوینی سے پوچھا تو اس نے جنازہ کی تعداد بتائی۔ اور ناصر جو کہ لشکر کا نگران تھا یہ ابن سید الناس سے چشم پوشی کرتا تھا۔ اس نے ناصر سے کہا: یہ (ابن سید الناس) امراء کا ہم نشین ہوا کرتا تھا۔ اور مدت سے یہ وزراء کا ساتھی بھی رہا۔ ناصر نے اس کا ذکر جلال قزوینی سے کیا جو شافعیوں کے قضاة کا رئیس تھا اور اس کا ذکر تقی الخنای سے بھی کیا جو مالکیوں کے رئیس القضاة تھے۔ تو ان دونوں نے ابن سید الناس کو اس الزام سے بری قرار دیا اور گواہی دی یہ عادل اور نزاہت و عفت اور پاکدامنی والے تھے۔ ان دو عدل پر ورقاضیوں کی گواہی اور دیگر ذرائع ابن سید الناس کی عدالت و صداقت کا واضح ثبوت ہے۔ باقی رہی بات ادنوی کی جس نے ان پر تنقید کی ہے یہ چونکہ مؤلف (ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ) کا ساتھی اور ابن دقیق العید سے علم حاصل کرنے میں مؤلف کا شریک رہا اور ابن دقیق العید سے جس طرح ابن سید الناس نے حاضر باش رہ کر علم حاصل کیا ہے اسی طرح اس ادنوی نے بھی کیا ہے۔ اس نے ابن سید الناس کو تنقید کا نشانہ کسی حقیقی وجہ سے نہیں بنایا بلکہ اسے ہمعصری اور ہم درسی چشمک اور رنجش نے اس پر برا بیگنہ کیا ہے۔^①

① النفع و الشدٰی شرح جامع ترمذی .

سبکی رحمۃ اللہ نے ذہبی رحمۃ اللہ پر جو تہمت لگائی اس کا جائزہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ امام تھے، علامہ تھے، ناقد تھے ثقہ اور ثبت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں کے ذریعہ مسلمانوں کو بہت نفع دیا ہے۔ اب یہ لوگوں کے لیے آفتاب کی مانند ہیں۔ اور بدن کے لیے صحت کی مانند ضروری ہو گئے ہیں انھوں نے سیر اعلام النبلاء، التاریخ الکبیر، تذهیب التہذیب جیسی بڑی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں جو سینکڑوں جلدوں میں ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ کا طریقہ کار یہ تھا موافق و مخالف کی آراء کسی کی سیرت نگاری میں جمع کر دیتے ہیں تاکہ اس کی تصویر مکمل طور پر سامنے آجائے۔

ذہبی رحمۃ اللہ اپنے شیخ معقول اور منقول علوم کے شاہسوار علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے متاثر تھے۔ فروعات میں ذہبی شافعی المسلك تھے مگر اصول میں حنبلی تھے۔ اسی لیے نقد و جرح کرتے وقت عقائد کو انھوں نے اہل حدیث کے طریقہ کے مطابق وارد کیا ہے۔

ان کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اسی عقیدہ کی وجہ سے ان کے بعض معصروں نے ان پر تنقید کی ہے۔ ان میں قابل ذکر آپ کے شاگرد تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ ولادت ۷۲۸ھ وفات ۷۷۱ھ ہیں۔ یہ امام ذہبی رحمۃ اللہ سے ملتے تھے۔ ۷۳۹ھ میں آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا، ابھی یہ (۱۲) برس کے بھی نہ تھے اور ان سے لازم ہو گئے حتیٰ کہ دن میں دو مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس کے باوجود اپنے استاد سے برا پیش آئے۔ یہ ذہبی رحمۃ اللہ کے متعلق کہتے ہیں ہمارے شیخ ذہبی

ﷺ اہل سنت کی تحقیر کرتے تھے۔ اور ان حقارت زدگان میں ابو حسن اشعری اس جماعت تحقیر شدگان میں سب سے اول تھے۔ یہی وجہ ہے ان کے ترجمہ اور حالات زندگی لکھتے ہوئے ذہبی رحمہ اللہ نے ان سے انصاف نہیں کیا ان کا ذکر خیر کرتے بھی ہیں تو بہت مجبور ہو کر کرتے ہیں۔^①

ایک اور مقام پر سبکی رحمہ اللہ ذہبی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ ذہبی رحمہ اللہ کی تاریخ کی کتاب اللہ تعالیٰ انھیں بخش دیں۔ یہ حسن جمع کے باوجود حد درجہ تعصب سے بھری پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی پکڑ سے بچائیں۔

ذہبی رحمہ اللہ اہل دین کی عزت بہت زیادہ مجروح کرتے ہیں۔ مراد ہے جو دیندار فقراء ہیں حالانکہ یہ مخلوق میں سے منتخب لوگ ہیں انھوں نے شافعی اور حنفی ائمہ کے بارے میں بہت زبان درازی کی ہے اور اشعری فرقہ کے بارے میں حد سے زیادہ کجی اختیار کی ہے اور مجسمہ فرقہ کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے۔^②

مزید کہتے ہیں ہم نے اپنے مشائخ کو اس پر پایا ہے کہ وہ ان سے بات سے بھی روکتے ہیں۔ اور ان کی بات اعتبار کے قابل بھی نہ ہونے کا کہتے ہیں ان کی تاریخ کے متعلقہ کتابیں زبان پر بھی نہ لائی جاتی تھیں صرف انھیں نمایاں کرنے کی یہ شرط تھی کہ انھیں بیان کرنے والا ان کی معیوب باتیں نقل نہ کرے گا۔^③

اس کی تردید:

سبکی رحمہ اللہ شافعی عالم ہیں لیکن یہ اشعری فرقہ سے سخت اور تعصب رکھتے ہیں۔ اور یہی وہ تعصب ہے جو ان کے اپنے شیخ ذہبی رحمہ اللہ کے خلاف بے ادبی کا باعث ہے۔

عز الدین کنانی رحمہ اللہ سبکی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں، یہ سبکی بے ادب، اور

② طبقات: ۱۰۳/۹.

① طبقات: ۱۳/۲.

③ طبقات: ۱۳/۲.

انصاف سے عاری ہیں اہل سنت اور ان کے رُتبہ سے نا آشنا ہے۔ یہ سخاوی نے نقل کیا ہے۔

یوسف بن ہادی معجم الشافعیہ میں جو سبکی رحمہ اللہ نے ذہبی رحمہ اللہ کے بارے میں بات کی ہے اسے لکھنے کے بعد کہتے ہیں، ذہبی رحمہ اللہ کے بارے میں جو کہا گیا ہے وہ اس سے بڑھ کر جلالت والے تھے اور اس تنقید میں کوئی حقیقت نہیں۔ جتنی سبکی رحمہ اللہ نے ذہبی رحمہ اللہ پر تنقید کی ہے وہ خود اس سے بھی زیادہ تنقید کے لائق ہیں۔ انھیں یہ خاص خیال کرنا چاہیے تھا ذہبی رحمہ اللہ ان کے شیخ اور استاد ہیں ان کے لیے مناسب نہ تھا کہ یہ ذہبی رحمہ اللہ کے بارے میں اتنی زیادتی کرتے۔

ذہبی رحمہ اللہ احناف اور شوافع کے حالات زندگی لکھتے تھے اور نہایت عمدہ انداز سے لکھتے تھے۔ نہ تو ان میں ان کی ناجائز مذمت ہوتی ہے اور نہ تنقید ان کی کتاب تاریخ کے بارے میں جو ہے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ یہ دیکھ سکتے ہیں۔ ذہبی رحمہ اللہ اگرچہ حنبلی تھے مگر حنبلیوں کے لیے تعصب نہ رکھتے تھے کہ ان کی ناجائز جانبداری کرتے، انھوں نے بعض حنبلیوں کے عیب بھی بیان کیے ہیں۔ طبری مؤرخ کے بارے میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں میں نے زمین کی دھرتی پر محمد بن جریر (طبری) جیسا بڑا عالم نہیں دیکھا مگر حنبلیوں نے ان پر ظلم کیا ہے، غور کریں۔ ذہبی رحمہ اللہ نے حنبلیوں کی مخالفت والی بات نقل کی ہے۔ یہ ان کی غیر متعصب ہونے کی دلیل ہے۔^①



① الذہبی ومنہجہ فی تاریخ الاسلام.

ابن حجر رحمۃ اللہ پر زنا کی تہمت سے براءت

علمائے کرام اور داعیانِ دین کے بارے میں غلط بات کرنا اور ان کے بارے میں طعن و تشنیع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ خصوصاً وہ ایسی طعن و تشنیع سے جب بری ہوں پھر بھی ان کی عیب جوئی کرنا یہ اور سنگین گناہ ہو جاتا ہے۔ یہ طعنہ زنی کرنے والے پتہ نہیں کیوں بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس بارے میں پوچھیں گے کہ یہ ذلیل و حقیر حرکت کیوں کی اور ان پاکیزہ نفوس پر جھوٹ کیوں باندھا۔

یہ بات نہایت ہی تعجب انگیز ہے کہ ان لوگوں نے تہمت بد لگانے کو معمولی سا کام خیال کیا ہے۔ یہ جانتے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والے کے لیے بہت ہی سخت حکم دیا ہے یہ کار بد دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے اور عقل میں خلل کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے۔

یہ زاہد کوثری ہے اس نے علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ پر زنا کی تہمت لگا دی ہے۔
العیاذ باللہ۔

استاد، محدث احمد بن محمد بن صدیق غماری متوفی ۱۳۸۰ھ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں یہ افتراء پرداز زاہد کوثری کا ابلیسانہ بیان ہے۔ (۴۸=۵۱) کوثری سرعام کہتا ہے کہ ابن حجر رحمۃ اللہ زنا کے دیوانہ وار شوقین تھے یہ سڑکوں پر لڑکیوں کے پیچھے گھومتے تھے ایک دن یہ ایک خاتون کے پیچھے پڑ گئے ان کا خیال تھا یہ حسین و جمیل ہوگی جب اسے ہاتھ سے پکڑا تو دیکھا یہ تو سیاہ رنگت والی ہے تو پھر واپس آ گئے، اور اس سے کہا: تیرا بھلا

نہ ہو۔

اس کا جواب:

زائد کوثری نے یہ نہایت ہی برا بول بولا ہے۔ اس سے متعلق اس سے پوچھا جائے گا، ایسے عالم پر افسوس صد افسوس ہے۔ جو اپنی زبان و قلم پر ایسی جھوٹی ہفوات، علانیہ طور پر لاتا ہے اور ایسی ایسی رسوا کن تہمت کا اظہار کرتا ہے اور پھر یہ عام آدمی کے متعلق بدزبانی نہیں کرتا بلکہ ایک عظیم امام اور مخلوق خدا میں سے سب سے زیادہ گناہوں سے محفوظ آدمی کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا ہے۔ اور دنیا کے ذہین ترین عالم کے خلاف ایسا برا بول بولتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کے بارے میں کبار علمائے کرام نے یہ کہا ہے کہ اسلام کے بعد اس اُمت کے لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے آگے حاسد اور کینہ پرور جو چاہیں کہتے پھریں حافظ غماری رحمہ اللہ کوثری کی تردید میں لکھتے ہیں جو اس قسم کی نعمت ہستی کے بارے میں ایسی بری بات پھیلاتا ہے وہ خود کو جھوٹوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے۔ ایسے جھوٹے جو ایمانداروں کے بارے میں بے حیائی پھیلانے والے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكُذِبُونَ﴾ (النحل: ۱۰۵)

”جھوٹ صرف وہ باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور: ۱۹)

”بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں ان لوگوں میں جو ایمان لائے بے حیائی

پھیلائیں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔“

کہیں یا نقل کریں یہ جائز نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ پر یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی مسلمان کی عزت کو داغدار کرے پھر مسلمانوں کے ایک امام پر ایسی بات کرنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

یہ نقل کرتے ہوئے تمہیں یہ حکم الہی کیوں مد نظر نہ رہا:

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (الصف: ۳)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی ناراضی ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔“

کیا کوئی عقل اس کی صداقت و قبولیت رکھتی ہے یا کوئی منطق یہ تسلیم کر سکتی ہے ابن حجر رحمہ اللہ جو کہ شیخ الاسلام ہیں، امام العصر ہیں اور حفاظ کے سردار ہیں اور اپنے عہد کے سب سے بڑے مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور ایسی جلالت والے ہیں کہ بادشاہوں کی جلالت بھی جس کے سامنے ہیچ ہے یہ سڑکوں پر زنا کے لیے لڑکیوں کا پیچھا کرتے تھے۔ یہ تو بہت ہی عجیب جھوٹ ہے۔

عقل و فکر والے جان لیں! اللہ تعالیٰ جسے بلند شان دیں اسے کوئی بھی ذریعہ پست نہیں کر سکتا خواہ حسد ان پست کرنے والوں کے دل کو جلا کر راکھ ہی کر دے۔

حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ انھیں معاف کرے، اور ان کی خطاؤں کو درست کرے۔ یہاں ایک اور معاملہ بھی ہے کہ یہ زاہد کوثری علم حدیث میں مشغولیت رکھنے والوں میں سے تھا۔ یہ جانتا تھا سند سے بات کرنا دین کا حصہ ہے اگر یہ سند نہ ہوتی تو جس کے من میں جو آتا وہ کہتا جاتا۔ جیسا کہ جلیل القدر تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا ہے سند دین ہے۔ (میں حازمی مؤلف کتاب کہتا ہوں) تو اس

داستان سرائی کی سند کہاں ہے اور یہ بدترین قصہ کہاں سے حاصل کیا گیا ہے اور یہ مذہبی تعصب اسے مجالس میں کیوں پھیلا رہا ہے۔ یہ صرف زاہد کوثری جو خود کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دیوانہ کہتا ہے دراصل یہی فساد کی جڑ ہے یہ پھیلاتا ہے کیوں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شافعی ہے۔

استاد غماری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حملہ کا راز یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تراجم (جن میں حالات زندگی بیان ہوا) کی کتابوں میں بعض احناف پر حملہ آور ہوتے (تنقید کرتے) تھے۔ جیسا کہ ”الدر الکامنہ“ کتاب ہے۔ اور ”رفع الأصصر ہے۔“

عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علامہ عینی مرحوم ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں سے فتح الباری جو صحیح بخاری کی شرح ہے اس کی کاپیاں حاصل کیا کرتے تھے۔ اور ان سے اپنی شرح عینی کے لیے جو بخاری کی شرح ہے استفادہ کیا کرتے تھے۔ جب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے طلباء سے کہہ دیا کہ عینی کو یہ کاپیاں نہ دیا کریں۔

ہماری مذکورہ تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس بیہودہ قسم کے الزام سے جو کوثری نے ان پر لگایا تھا مکمل طور پر بری ہیں۔

ہمیں تو اُمید ہے یہ بدنما قصہ خود کوثری نے ہی تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم عافیت کا سوال کرتے ہیں۔



شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ پر الزام کہ وہ مخلوق کی مانند اللہ تعالیٰ کے جسم کے قائل تھے

شیخ الاسلام، مفتی عوام، اللہ تعالیٰ ان کی روح کو مقدس بنائے اور اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ کی قبر کو منور کرے ان پر شدید ظلم کیا گیا ہے اور یہ ظلم کرنے والے آپ رحمۃ اللہ کے دشمن اور حاسد ہی تھے۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفر میں کہا ہے جب یہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ کی طرف سفر پر نکلے تو انھوں نے شیخ رحمۃ اللہ کے متعلق کہا یہ دمشق میں تھے اور حنبلیوں کے کبار فقہاء میں سے ہیں۔ ان کا نام تقی الدین بن تیمیہ رحمۃ اللہ ہے۔ بڑی شان والے تھے ہر فن میں بات چیت کر سکتے تھے۔ مگر ان کی عقل میں کچھ کمی تھی۔ یہاں تک کہا: کہ میں (ابن بطوطہ) دمشق میں تھا میں ان کے پاس جمعہ کے دن حاضر ہوا، رمضان کی (۹ یا ۱۰) تاریخ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ لوگوں کو وعظ کر رہے تھے اور جامع مسجد کے منبر پر جلوہ افروز تھے اور انھیں نصیحت کر رہے تھے۔ اس وقت جو انھوں نے گفتگو کی اس میں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اُترتے ہیں جس طرح میں منبر سے اُترا ہوں اور ساتھ ہی عملاً منبر کی سیڑھی سے اُتر گئے۔ یہ بات اسی طرح ابن بطوطہ نے لکھی ہے۔ جب یہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ کے پاس سفر کر کے گئے تھے۔

اس کی تردید:

یہ ایک بہت بڑا افتراء اور جھوٹ ہے اور بڑا بہتان ہے۔ ہم نے چند وجوہ کی بناء

پر کہا ہے۔

(۱)..... یہ بات ہے کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا عقیدہ اہل سنت والجماعت والا عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ سے لوگ جنگ آزما ہوئے یہ قید میں بند کیے گئے اور دین کی خاطر آزمائش کی بھٹی میں ڈالے گئے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی جانب اُترتے ہیں جس طرح اس کی جلالت و عظمت کے لائق ہے۔ بغیر کسی تحریف (تبدیلی کے) اور بغیر کسی تاویل کے۔ اور بغیر کسی تعطیل (اوصاف سے معطل کر کے) اور بغیر کسی تشبیہ کے اُترتے ہیں۔ یہ بات ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہر اس کتاب میں لکھی جو بھی انھوں نے عقیدہ کے بارے میں لکھی ہے۔ اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث جو نزول (اللہ تعالیٰ کے اُترنے کے متعلق ہے) اس میں علیحدہ طور پر (جواب دیا ہے اس کا نام ہی شرح حدیث نزول) ہے اس میں فرماتے ہیں:

جب رات کی آخری تہائی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی جانب نازل ہوتے ہیں۔^①

اس میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اُترنے کے بیان میں لکھا ہے۔ اور اس میں جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی تردید کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ: ۵/۲۶۲ میں فرماتے ہیں جس کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کی مثل ہیں مثلاً کہ جس طرح مخلوق مستوی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بھی عرش پر اسی طرح مستوی ہے اور اس کا اُترنا بھی مخلوق کی مانند اُترنا ہے تو یہ بدعتی اور گمراہ ہے، کتاب و سنت دلالت کرتے ہیں کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مماثلت نہیں رکھتی اور مخلوقات میں سے کوئی بھی کسی قسم کی اس سے مماثلت نہیں رکھتا۔

① صحیح بخاری و صحیح مسلم .

(۲)..... وجہ غلط ہونے کی یہ ہے کہ ابن بطوطہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ دمشق میں جمعرات کے دن (۹) رمضان ۷۲۶ھ میں داخل ہوئے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قلعہ کی قید میں سوموار کے دن داخل ہوئے تھے اور عصر کے بعد گئے تھے۔ ماہ شعبان کی (۶) تاریخ اور ۷۲۶ھ ہی تھا۔ ثقہ علماء نے ان کی سوانح حیات میں لکھا ہے جیسا کہ ان کے شاگرد ابن عبدالحادی نے اپنی کتاب ”العقود الدرر فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہ“ میں ذکر کیا ہے۔ اور بزار نے اپنی کتاب ”ابن تیمیہ“ میں ذکر کیا ہے۔ جب ابن بطوطہ کی داخل ہونے کی تاریخ ہی درست نہیں تو پھر یہ بات قابل اعتماد نہ ہوئی۔

(۳)..... یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جامع مسجد کے منبر پر وعظ نہیں کرتے تھے جیسا کہ خود ابن بطوطہ نے ذکر کیا ہے بلکہ وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر وعظ کیا کرتے تھے جیسا کہ ان کے شاگرد رشید امام ذہبی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

(۴)..... وجہ یہ ہے کہ اپنا یہ سفر خود ابن بطوطہ نے نہیں لکھا بلکہ ابن جزی جن کا نام محمد بن جزی کلبی ہے۔ اس نے لکھا ہے اور محمد بن جزی سب سے اول شخص ہے جس نے اس سفر میں بیان کردہ بعض چیزوں کو مشکوک کر دیا ہے۔ جن کی صحت قابل اعتماد نہیں رہی۔ وہ کہتا ہے، میں نے اس میں تمام حکایات کو بیان کر دیا ہے اور تمام واقعات واردات کر دیے ہیں جو ابن بطوطہ نے وارد کیے تھے میں نے ان کی حقیقت کی جانچ پڑتال نہیں کی۔ ❶

(۵)..... یہ غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن بطوطہ کے خیال کے مطابق وہ نماز جمعہ میں حاضر ہوئے تھے اور لوگ جمع تھے، تو پھر وہ لوگ کہاں گئے انھوں نے یہ واقعہ کیوں نہ لکھا یا نقل نہ کیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگردوں نے یہ داستان

کیوں نقل نہ کی جب کہ یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہر ہر حرکات و سکنات نقل کرتے تھے۔ اور ان کی ہر بات سے آشنا تھے۔ اللہ تعالیٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے لوگوں نے آپ رحمہ اللہ پر جھوٹ بولے اور بہتان لگائے اور ان پر ایسی باتیں بنائیں کہ جن سے وہ بری تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے نوینہ قصیدہ میں کہا ہے:

فَالْبُهْتُ عِنْدَكُمْ رَخِيضٌ سِغْرُهُ
حَثُّوْا بِلَاكِيْلٍ وَلَا مِيْزَانَ

”تمہارے نزدیک بہتان لگانا ستے بھاؤ والی چیز ہے حالانکہ انھوں نے

اس سے بغیر ماپ کے اور بغیر وزن کے خود کو گناہوں سے بھر دیا ہے۔“

قاضی کمال الدین ابن زماکانی رحمہ اللہ نے کتنی خوبصورت بات کی ہے:

مَا ذَا يَقُوْلُ الْوَصْفُوْنَ لَهُ
وَصَفَاتُهُ جَلَّتْ عَنِ الْحَضَرِ

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا وصف بیان کرنے والے کون کون سا ان کا وصف بیان کریں گے جب کہ ان کی صفات جلیلہ شمار سے باہر ہیں۔

هُوَ حُجَّةُ اللَّهِ قَاهِرَةٌ
هُوَ بَيْنَنَا أَعْجُوبَةُ الدَّهْرِ

ابن تیمیہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کی غالب آنے والی حجت ہیں وہ ہمارے درمیان زمانہ کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہیں۔^①



① غایۃ الأمانی فی الرد علی البنہانی : ۱۲۷/۲ .

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام کہنے والے پر کفر کا فتویٰ

علماء کے درمیان اور ان کے ساتھیوں اور مخالفوں اور مد مقابلوں کے درمیان اکثر حسد ہوتا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک بلند چوٹی ہیں اور اولاد آدم میں سے ذہین ترین لوگوں میں سے ہیں اس کے باوجود بعض مذاہب میں سے متعصب لوگوں کو آپ رحمہ اللہ پسند نہیں۔

میرے قارئین کرام اور محترم بھائیو! ہمیں اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان احسان سے نوازا ہے اور ہدایت اور صلاح و فلاح سے ہمکنار کیا ہے اس کے باوجود محمد بن محمد بخاری علاء الدین کہتے ہیں حالانکہ یہ حنفی فقیہ ہیں ایران میں ۷۷۹ھ میں پیدا ہوئے، انھوں نے مکہ ہندوستان مصر، اور شام کا سفر بھی کیا تھا۔ اور شام ہی میں ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔ یہ اپنی کتاب ”کلمہ جائزہ“ علی ابن تیمیہ میں کہتے ہیں، جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام کہتا ہے وہ کافر ہے۔ یہی بات ابن حجر پیشی نے کہی ہے اور زاہد کوثری نے بھی کہی ہے اور ایسے غلط القاب سے امام صاحب رحمہ اللہ کو متصف کیا ہے کہ عوام کا لچو ان بھی انھیں جاری نہیں کر سکتے، ایک ماہر عالم سے تو ایسی توقع بھی نہیں کی جاسکتی انھوں نے کہا اگر ابن تیمیہ شیخ الاسلام ہیں تو پھر میں ایسے اسلام کو سلام کہتا ہوں، یعنی نہیں مانتا۔

علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام کے کلمہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس الزام کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ کفر کیا ہے۔ پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ

رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے کرام اور اُدباء اور فقہاء کے حالات لکھے ہیں۔ ان سب نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں شیخ الاسلام کہا ہے جنھوں نے یہ لقب دیا ہے تقریباً ان کی تعداد (۸۷) علماء ہے۔

ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہمارے اس دور میں اس فن کا علم رکھنے والے کم ہی ہیں۔ فن سے (راوی پر جرح و تعدیل) کا فن مراد ہے۔ اور اسے روایت کرنے والے یا اپنے شہر کے ان لوگوں کی تحقیق کرنے والے بھی کم ہیں۔ اور جن کو انھوں نے نہیں دیکھا یا ان کے زمانہ سے پہلے والے ہیں یہ ان کے متعلق کیا جانیں گے۔ وہ ان کے بارے میں بغیر علم ہی بولتے ہیں ان کے حالات و کیفیات سے یہ واقف نہیں ہوتے یہ بغیر تحقیق ان کے بارے میں دوسروں کی تقلید میں بری باتیں کہہ دیتے ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ان میں یہ فکر اور احساس ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے چوٹی کے علماء پر بھی کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ اس میں سے ایک کہتا ہے، جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام کہتا ہے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ یہ بات اتنی بُری ہے کہ ہم اللہ عظیم سے اُمید رکھتے ہیں یہ کہنے والے کو بہت جلد سزا دے گا۔ یہ کہنے والے کی عقل کا اندازہ اس کی بات سے ہی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور اس نے اپنا مبلغ علم واضح کر دیا ہے اور اپنی ہوا و ہوس کا اس نے پردہ چاک کر دیا ہے آدمی کی بات ہی اس کی عقل کی ترجمان ہوتی ہے۔^①

پھر ابن ناصر الدین نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والے علمائے کرام کے اقوال نقل کیے ہیں اور آپ کا علمی مرتبہ بیان کیا ہے۔

(۱)..... شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے آپ کی تعریف کی ہے یہ ان

کے ساتھ رہے تھے یہ کہتے ہیں ابن تیمیہ رحمہ اللہ مختلف فنون کے ماہر اور پختہ کار تھے، اور مد مقابل پر دلائل قائم کرنے میں مکمل دسترس رکھتے تھے اور سنت کے نگہبان تھے۔ اور سنت کی سندوں کے ماہر تھے اور مجتہد تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت سے نہ ڈرتے تھے۔ اہل بدعت کے سر پر سوار تھے۔ گمراہ فرقے..... (حلولیہ) معتر لہ اور رافضیوں وغیرہ کی مضبوط تردید کرتے تھے۔

آپ کے جنازہ میں بے شمار لوگ شریک ہوئے تھے، حتیٰ کہ ان کا جنازہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازے کے مشابہ کہا گیا ہے۔

اگر ان کے اور کوئی بھی آثار نہ ہوتے تو ان کے شاگردوں نے جو آپ کے آثار و نشانات بیان کیے ہیں یہی کافی ہوتے خصوصاً علمی آثار جو انھوں نے یہ بیان کیے ہیں وہی کافی ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ، ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ جیسے مثالی علماء کرام ان کے شاگرد ہیں اور انھوں نے آپ کے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے کیا ایسے اوصاف حمیدہ رکھنے والا اب بھی شیخ الاسلام کے لقب سے موصوف نہ ہوگا۔

حازمی فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے اور درست قدم رکھے) شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے بارے میں تنقید کرنا اور بلا ضرورت ان کی ہتک عزت کرنا نفاق کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ ان پر تنقید سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ یہ تو سنت کے شیر تھے اور ایسے عالم تھے جو تمام علوم شریعت کو یکجا کیے ہوئے تھے باقی علم کا احاطہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ انسان لوگوں سے سلامت نہیں رہ سکتا۔ یہ ظالم جسے محمد بخاری کے نام سے بلایا جاتا ہے علاء الدین حنفی اسے ہوا حسد نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر حملہ کرنے کو ابھارا ہے بلکہ اس نے اپنی ایک مجلس میں کہا تھا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کافر اور مجوسی ہے۔ یہودی اور عیسائی اس سے بہتر ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی کتاب ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کوئی کتاب

نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بُری اور شیطانی باتوں سے پناہ دے، جب کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی کوئی بات منقول نہیں جو کفر و فسق کا تقاضا کرے یا ان کے دین میں عیب ڈالے ہم شیطان کے بہکاوں اور توہین آمیزیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کو تھامنے والا ہمارا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم اور احسان کے ساتھ جنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے محفوظ رکھے۔ واللہ المستعان۔^①



① مقدمہ رؤیۃ الہلال، جلاء العینین۔

ملاح ابن ماجد پر خیانت کے الزام کی حقیقت

ملاح احمد بن ماجد ایک بہت ہی بڑی اور خطرناک تہمت سے دوچار ہوئے جو بہت بڑی خیانت تک پہنچا دیتی ہے۔ ان پر تہمت ہے کہ اس نے فاسکوڈی گاما کی کشتیوں کو افریقہ کے مشرقی ساحلوں سے چلا کر ہندوستان کے مغربی ساحلوں تک پہنچایا جس کی وجہ سے ہلاکت و تباہی اور استعمار سے دوچار کیا۔ یہ صرف اپنی قوم اور شہروں پر ہی ہلاکت نہ لائے تھے بلکہ تمام مشرق کو بھی انھوں نے برباد کر دیا۔

آدی یہ سن کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے کہ یہ تہمت کیسے حاصل کی گئی حالانکہ یہ اپنے ردی پن میں اور لاف گزاف ہونے میں نہ تو یہ اس قابل ہے اسے قبول کیا جائے اور نہ ہی اس کی تائید کی جائے۔ یہ تہمت ۱۹۲۲ء میں ظاہر ہوئی اس کا ”البرق الیمانی“ کے مؤلف نے دعویٰ کیا تھا۔ اس کا نام استاد محمد بن احمد نہروالی ہے۔ اس نے ابن ماجد پر تہمت لگائی کیوں کہ یہ استاد ابن ماجد سے عداوت میں مبتلاء تھا۔ اس میں قومی تعصب تھا جس کی وجہ سے یہ عرب قوم کی مذمت پر آمادہ ہوا۔ اس نے ۱۵۷۰ء میں یہ واقعہ گھڑا تھا اور ساتھ دوسرا فران تھا یہ فرانسی مستشرق تھا (جو سخت طور پر مسلمانوں سے مخالفت رکھتا ہے) اس نے مشرقی ملاح (کشتیانی میں) درجہ تخصص کر رکھا تھا۔ نہروالی کہتا ہے دسویں صدی کے شروع میں بہت نادر قسم کے اندوہناک حادثات وقوع پذیر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ پرتگال کی طرف سے ملعون فرنگیوں کا ایک گروہ دیار ہند میں داخل ہوا ان میں سے ایک گروہ سبت کے رستہ میں سے سمندر پر سوار ہوئے اور تاریکیوں میں داخل ہو گئے، اور جبل قمر کے قریب سے گزرتے ہیں اور مشرق تک پہنچتے

ہیں اور ساحل کے قریب پہاڑ کی تنکنائی میں تیرنا شروع کرتے ہیں اور پہاڑ کی دوسری جانب بحر ظلمات تھا۔ ایسی جگہ جہاں موجیں کثرت سے اُٹھ رہی تھیں ان کی کشتیاں ٹھہرتی نہ تھیں اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی نہ بچا تھا ایک مدت تک وہ چلتے رہے اور وہ اس جگہ پر ہلاک ہو رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی بحر ہند تک نہ پہنچا۔ صرف غراب ان میں سے بحر ہند تک پہنچا اور دستہ بھیجا، پھر انھوں نے ایک اور یہ گروہ والے ہمیشہ چلتے رہے حتیٰ کہ اس سمندر کی انھیں پہچان ہو گئی۔ اور یہ انھیں ایک ماہر شخص نے بتایا تھا۔ جیسے احمد بن ماجہ کہتے تھے یہ انگریزوں کے بڑے کا ساتھی تھا۔ اس بڑے انگریز کو ملنڈی کہا جاتا ہے۔ یہ اس کے ساتھ نشہ کی حالت میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس نے انھیں نشہ کی حالت میں رستہ بتایا۔ اور ان سے کہا اس جگہ سے ساحل کے قریب نہ آنا اور انھیں کہا سمندر کی گہرائی میں داخل ہو جاؤ، پھر واپس آنا یہ موجیں تمھیں نقصان نہ پہنچائیں گی۔ انھوں نے اسی طرح کیا تو ان کی زیادہ تر کشتیاں ٹوٹنے سے سلامت رہیں اور یہ بحر ہند میں کثیر تعداد میں داخل ہو گئے اور رکن کے شہروں میں سے ایک شہر (کوہ) میں ایک قلعہ بنایا جس کا نام انھوں نے (کوٹاہ) رکھا پھر (ہرموز) کا علاقہ انھوں نے حاصل کر لیا، پھر ان کی افواج پرتگال سے آتی تھیں اور یہ مسلمانوں پر ڈاکے مارتی تھیں اور ہر کشتی ان سے یہ لوگ چھین لیتے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو انھوں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا اور مسافروں کو انھوں نے بہت زیادہ اذیت میں ڈال دیا۔

مطلب یہ ہے کہ ان ڈاکوؤں کی راہ ابن ماجہ نے ہموار کی تھی۔ نہروالی نے ان پر اس تہمت کا قصہ تیار کیا ہے پھر یہ انگریز فران اٹھا اس نے اس تہمت میں مٹی میں تری کرنے اور اس تہمت کی ڈھولک میں اور نغمہ سرائی کر دی۔ یعنی جلتی پر اور تیل ڈالا۔ اس نے ابن ماجہ کی ملاقات کی جگہ ملنڈی کی بندرگاہ کی بھی حد بندی کر دی۔ اور

تاریخ کی حد بندی بھی کی کہ (۲۲) اپریل ۱۹۴۸ء ہے۔ یافاسکوڈی گامانے جب ملنڈی کی اس ماہ میں زیارت کی اور اس کی شخصیت کا حدود اربعہ بھی بتایا۔ لیکن اس نے اس میں یہ کوشش کی ہے کہ احمد بن ماجد پر نشہ کی تہمت کو دور کرے یہ بھی اس نے اس لیے کیا ہے کہ بتائے کہ احمد بن ماجد نے سمندری قزاقوں کو یہ رستہ بتانے والی بدترین خیانت مستی میں نہیں کی بلکہ اس نے اس بدتر عمل کا ارتکاب کامل یادداشت اور اپنے عقلی قوی اور صلاحیتیں بروئے کار لا کر کیا ہے۔ اور فران نے تو یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ابن ماجد فاسکوڈی گاما کی سپہ سالاری بھی ملنڈی سے لے کر کلکتہ تک کرتا رہا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ ایک جھوٹا الزام ہے اور باطل بات ہے۔ اور اس میں معاملہ خلط ملط ہے۔ اور اضطراب ہے۔ اور تاریخی جغرافیائی طور پر مغالطہ آرائی ہے۔ کیوں کہ اگر بالفرض فاسکوڈی گاما اور احمد بن ماجد کا جمع ہونا تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کے ہندوستان پہنچنے اور پھر اس سے واپس آنے کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے اس سے پہلے نہیں ہو سکتا یہاں پہلے کہا گیا ہے اس داستان کے غلط ہونے کی یہ بھی دلیل ہے۔

اس بناء پر ممکن نہیں ہے کہ وہ پکتان جو ہندوستان کی جانب جانے والی کشتیوں کی قیادت کر رہا تھا وہ احمد بن ماجد ہو کیوں کہ ان دونوں کی ملاقات واپس لوٹنے کے بعد ہوئی تھی۔ یا تو یہ الملنڈی کوئی اور شخص ہے یہ فاسکوڈی گاما نہیں کیوں کہ احمد فاسکوڈی کو مہم سے واپس آ کر ملا تھا احمد نے فاسکوڈی کی قیادت نہیں کی یا پھر یہ احمد کسی اور شخص سے ملا ہے جو فاسکوڈی نہ تھا، بہر صورت دونوں صورتوں میں احمد فاسکوڈی سے ملا ہو یا اور شخص سے ملا ہو ان سے احمد کا ملنا ممکن نہیں۔

ڈاکٹر انور عبدالعلیم کہتے ہیں ابن ماجد کی تالیفات اور اس کے اشعار کو پڑھنے کے بعد جب انھیں گہری نظر سے دیکھا جائے تو ہم پورے اطمینان اور اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ ابن ماجد ڈی گاما کی کشتیوں کے ملاحوں کا رہنما نہ تھا اور نہ ہی پرتگالیوں کے

فوجیوں کے اس دستہ کے امیر تھے جنھوں نے افریقہ کے ساحل سے تیر کر ہندوستان کے مشرقی علاقہ پر رسائی حاصل کی تھی۔

اور نہروالی والی روایت کے بارے میں کہتے ہیں نہروالی کی بات میں خلط ملط کیا گیا ہے جو کہ واضح نظر آتا ہے یہ نہ تو وقت درست ہے اور نہ ہی جگہ جن کی جانب یہ حادثات منسوب کیے گئے ہیں۔

اس تہمت سے ابن ماجہ کی براءت کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے۔ قدیم پرتگالی مورخوں کی تالیفات میں ابن ماجہ کا نام کبھی مذکور نہیں ہوا۔ ان میں سے بعض مورخ وہ بھی ہیں جو فاسکوڈی کے ہمعصر ہیں اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اس فاسکوڈی کے پہلے سفر میں جو اس نے ہندوستان کی طرف کیا تھا اس کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک باروش بھی ہے یہ کہتا ہے، فاسکوڈی گامانے جھانکا اور اطلاع پائی جب یہ لکڑی سے بنی ہوئی استطرلاب (یہ وہ آلہ ہے جس سے ستاروں کی بلندی اور مقام اور رفتار دریافت کیا جاتا ہے) یہ فاسکوڈی کے پاس تھا اور اس کے علاوہ اور بھی معدنی آلات تھے جن کے ساتھ وہ آفتاب کی بلندی ماپتے تھے۔ اور بحر احمر میں عرب بھی پیتل کے آلات استعمال کرتے تھے جو مثلث شکل کے ہوتے تھے۔ ان عرب مسلمانوں کا ایسے آلات سے حیرت زدہ نہ ہونا بتاتا ہے کہ یہ فاسکوڈی کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ مگر اس باروش نے احمد بن ماجہ کا ذکر نہیں کیا کہ یہ بھی فاسکوڈی کے ساتھ تھا۔ اس سے نہروالی اور فران کی تیار کردہ داستان کی حقیقت واضح ہو جاتی کہ انھوں نے دائرہ معارف اسلامیہ میں اسے ذکر کیا ہے جب کہ یہ دائرہ تحریفات اور اللہ تعالیٰ کے احکام تبدیل کرنے سے بھرا پڑا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اس عظیم الشان دین میں تغیر و تبدل سے معمور ہے اور دین کے عظیم المرتبت لوگوں پر جھوٹ بولنے سے بھرپور ہے۔^①

① کتاب ابن ماجہ، ص: ۳۸، الملاحہ و علوم البحار، ص: ۳۷۴۔

خلیفہ محمد فاتح رحمہ اللہ پر بھائی کو قتل کرنے کی تہمت کا بیان

خلیفہ محمد فاتح رحمہ اللہ عثمانی سلطنت کے مضبوط ترین بادشاہوں میں سے ایک اہم خلیفہ ہیں۔ یہ وہ بادشاہ ہیں جنہوں نے برطانیہ کی ڈکٹیر شپ حکومت کو تہہ وبالا کر دیا اور متعدد مالک اور شہر فتح کیے ان میں کورنٹہ، گالاتا، وارگوس اور گنہ ہے اور خود اس لشکر کی سپہ سالاری کی جس نے بلغراد کا حصار کیا تھا جو کہ صربہ کا دار الخلافہ ہے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے فتح بھی کر لیا اور یونان کی طرابزون مملکت پر غلبہ حاصل کیا ۱۴۶۲ء میں رومانیہ، بوسنیا، ہرسک کو فتح کیا، البانیا اور قونیہ بھی انھی کے دور میں دولت عثمانیہ کا حصہ بنے اور ۱۴۷۶ء میں اس نے بلغاریا، لدونیا فتح کیے، اور اس کے لیے یہ بات ہی لائق صد افتخار ہے اور باعث عزت ہے کہ اس نے نبی ﷺ کی بشارت کو حقیقت کے روپ میں ثابت کیا کہ جو کہ آپ ﷺ نے دی تھی کہ ”تم قسطنطنیہ فتح کرو گے۔“ یہ وہ مبارک اور اچھا امیر ہے جو اسے فتح کرنے والے لشکر کا امیر تھا اور یہ لشکر بھی کتنا ہی اچھا ہے جس نے اسے فتح کیا۔

بھائی کے قتل کا الزام:

باقی جوان پر الزام ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی احمد کو دودھ پینے کی عمر میں قتل کیا تھا۔ یہ ایک جھوٹ کا پلندہ ہے اسے سلطنت عثمانیہ کے دشمنوں نے اسے گھڑا ہے، تاکہ اس بطل مجاہد سلطان محمد فاتح رحمہ اللہ کی سیرت و کردار کو داغدار کریں۔ اس کے جھوٹ ہونے پر درج ذیل دلائل ہیں۔

(۱)..... یہ ہے کہ احمد تو اپنی مربیہ کی غفلت سے پانی کے حوض میں ڈوب کر فوت

ہوا تھا۔ تو اسے محمد ﷺ نے کیسے مارا تھا۔

(۲)..... یہ ہے کہ عقل کی دنیا میں ممکن ہی نہیں کہ اتنا بڑا فاتح فرمانروا اپنے دودھ پیتے بھائی کو جس کا ابھی دودھ پینا ہی زندگی کا مقصد ہے اس پر حملہ آور ہو اور اسے قتل کر دے اور ابھی اس بچے کی خبر نہیں اس کے عزائم کیا ہیں اور طمع و لالچ کیا ہوگا اور بھائی اسے کسی قسم کے حادثہ کے پیش آئے بغیر ہی مار ڈالے۔ جب کہ اس کی تربیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اخلاص پر ہوئی ہے۔ اور پھر اس نے خلافت و دولت کو سیراب کیا۔

(۳)..... اس بات کے غلط ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ سلطان محمد فاتح کی تربیت اس زمانہ کے علماء کی جماعت نے کی تھی ان میں سے شیخ محمد جبلی زادہ، اور شیخ سراج الدین حلبی اور شیخ محمد اسماعیل کورانی ہے جسے فاتح محمد اپنے زمانہ کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے۔

(۴)..... یہ ہے کہ یہ تہمت بے بنیاد اور بے اصل ہے اسے بادشاہ کے دشمنوں نے خود تیار کیا ہے۔^①

(۵)..... یہ دلیل ہے کہ احمد کے قتل کا خود تیار کردہ طریقہ بھی اس داستان کے باطل ہونے اور ردی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس جھوٹی داستان کو تروج دینے والوں نے کہا ہے کہ سلطان محمد فاتح نے اپنے سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کو بھیجا جس کا نام علی بیگ تھا خواتین کے خانہ میں تاکہ وہ اپنے (بادشاہ) کے دودھ پیتے بھائی کو قتل کر دے۔ جب علی بیگ کو علم ہوا کہ بچہ عورتوں کے حمام میں موجود ہے کہ اس کی مرہیہ (پرورش کرنے والی) اسے غسل دے رہی ہے تو یہ حمام میں داخل ہوا اور بچے کو پکڑا اور اسے پانی کے اندر غوطہ دیا حتیٰ کہ وہ بچہ گلا گھونٹ کر مر گیا۔ آپ غور کریں یہ کتنی لایعنی

بات ہے۔ کیا کوئی بھی عقل مند اسے سچ مان سکتا ہے کہ محمد فاتح جیسا ذہین اور تجربہ کار بادشاہ اپنے معصوم سے بھائی کو اس قدر سادہ اور کھلے انداز پر مارنے کا اقدام کر سکتا ہے۔ محمد فاتح نے اگر بچے کو مارنا ہی تھا تو وہ اتنا بے بس نہ تھا کہ کسی بھی عورت سے یہ کام لے سکتا تھا۔ اپنی بیوی سے یا اپنی کسی بھی خادمہ سے۔ وہ قتل کا عمل بروئے کار لا سکتا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔ کجایہ کہ اس نے آدمی خواتین کے حمام میں بھیجا یہ معاملہ ناموس سا ہے کہ وہ آدمی عورتوں کے حمام میں داخل ہو جہاں انھوں نے اپنے پردے اتارے ہوتے ہیں اور ہلکا سا لباس پہن رکھا ہوتا ہے وہاں آدمی کا جانا عادتاً نہ ایسا نہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بے شرمی کو بھی ظاہر کرتا ہے اور پھر کام بھی اس آدمی نے ایسا سرانجام دیا جس سے خواتین کے درمیان ہیجان برپا ہوا اور شور و شغب ہوا اور چیخ و پکار پر آمادہ کرے۔ ان وجوہات کی بناء پر تو آدمی ایسے بد بخت عمل پر کارروائی کرنے سے پہلے ہی اسے بھاگنا پڑ جاتا ہے وہ تو اپنا مطلب حل نہیں کر پاتا۔ خواہ وہ کتنا ہی جرأت مند اور ہمت والا ہو۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں یہ جھوٹ کیسے سچ ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ مرہبہ جو اس بچے پر مقرر تھی اور اس کے معاملہ کا اہتمام کرتی تھی وہ اپنے کسی معاملہ میں مصروف ہو گئی اور وہ اسے غسل دے رہی تھی اسی دوران کسی کام کے لیے متوجہ ہوئی تو بچہ احمد پانی کے حوض میں گر گیا اور فوت ہوا پانی سے اس کی سانس بند ہوئی تو اس تک اسے بچانے والے ہاتھ پہنچنے سے پہلے ہی اس کی وفات ہو گئی۔ ❶

ہماری اس وضاحت سے یہ ثابت ہوا کہ سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہ بھائی احمد کو مارنے کی تہمت سے بری ہیں بلکہ یہ ایک جھوٹ کا پلندہ ہے جسے کینہ پروروں اور حاسدوں نے تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر حاسد اور کینہ پرور کی شر سے اپنے فضل و احسان سے بچائے۔ آمین۔

جرنیل قراقوش پر بہتان کی اصلیت

قراقوش ایک ایسا حاکم ہوا ہے جو اسلام کا سپہ سالار تھا مگر انھیں ایسا ظالم اور فیصلہ میں نا انصاف ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ظلم و جور اور جھوٹ میں ضرب المثل بنا دیا گیا ہے لوگ جب یہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ میں ظلم اور فساد کرنے کی کسی حاکم کی مثال دیں تو کہتے ہیں یہ تو قراقوش والا فیصلہ ہوا ہے۔

قراقوش کا معنی:

ترکی زبان میں قراقوش سیاہ گدھ کو کہتے ہیں (قوش چیل یا گدھ کو کہتے ہیں اور قر سیاہ رنگ کو کہتے ہیں۔ (قراقوش کون تھا)۔ یہ اسلام کا ایک سپہ سالار تھا اور امانت و دیانت میں یہ عجوبہ روزگار تھا۔ یہ نوجوان جس کا نام اسد الدین شیرکوه ہے یہ جرنل آفیسر تھا۔ یہ جرنل آفیسر اور اس کا بھائی نجم الدین ایوب دونوں بادشاہ عماد الدین کی خدمت میں رہتے تھے۔ یہ عماد الدین جب فوت ہوا تو اس کا بیٹا نور الدین محمود اس کا خلیفہ بنا تو اس کی خدمت میں لگ گئے۔ پھر یہ سالار صلاح الدین ایوبی کی خدمت سے وابستہ ہو گئے، یہ قراقوش امانت و دیانت میں ایک مثال تھے اور اپنے عہدہ پر مکمل قدرت رکھتے تھے کچھ ہی وقت بعد یہ لشکر کے امیر بن گئے اور وہ لشکر جو مصر میں داخل ہوا اس کے بھی یہ امیر تھے۔ یہ درج ذیل اُمور و فنون میں تمام میں نہایت ہی ماہر تھے۔

(۱) فاطمی محل کی چوکیداری میں۔ (۲) اور جنگی آلات کی ایجاد میں۔ (۳) عکا جگہ کا حصار (گھیرنے میں) لینے میں۔ (۴) عزیز مصر (بادشاہ) کے تخت کی حفاظت کرنے میں۔ (۵) منصور جو کہ ابھی بچہ تھا اس کے تخت کی وصیت درست کرنے میں

(۶) اس نے قاہرہ شہر کے گرد دیوار بنائی۔ (۷) اور جب صلاح الدین کے وراثہ میں اختلاف ہوا قریب تھا کہ ان کے درمیان جنگ و جدال تک نوبت پہنچ جاتی اسے روکا اور ان کے درمیان صلح اسی قراقوش نے کرائی تھی یہ بلند ہمت قراقوش ہے جو کام بھی اس کے ذمہ لگایا گیا اس نے اس کا حق ادا کیا۔ نامعلوم ایسے شخص پر یہ ظلم و فساد کی تہمت لگا کر کیوں داغدار کیا گیا اور اس خوبصورت تاریخی کردار کی خوشنما تصویر پر کیونکر سیاہ دھبہ لگایا گیا۔ جب کہ یہ ادب کی دنیا میں گھناؤنا جرم ہے، اور یہ کینہ کی پیداوار ہے اور حسد کا زہر ہے۔ یہ بُرا سلوک کرنے میں قراقوش کے معصروں میں سے ایک منشی ابن حماني جس کا نام اُسعد بن خطیر، ابوسعید مہذب بن مینا بن زکریا بن قدامہ ابن ابی ملیح ہے، بھی شامل ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ ابن حماني صلاح الدین کے دفتر میں افسر تھا۔ اور رؤساء اس سے خوفزدہ تھے اس کی زیادتیاں برداشت کرتے تھے اور اس سے درگزر کرتے تھے اور اس کی چاپلوسی کے ذریعہ اس کی محبت کے طلبگار رہتے تھے۔ اور کبھی اسے عطیات کے ذریعہ حسن سلوک کر کے اس کے منظور نظر بنتے تھے۔

مگر قراقوش ایک ایسا فوجی آدمی تھا یہ چاپلوسی کے نام سے ہی آشنا نہ تھا کہ وہ کیا ہوتی ہے اور نہ ہی یہ مدارات سے کام لیتا تھا یہ کسی کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ اور نہ ہی اس منشی کے شر سے یہ ہراساں تھا۔ اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ قلم کی (نوک) نیزے کی نوک سے زیادہ قوت رکھتی تھی اور نیزے کا طعنہ زدہ زخم تو مندمل ہو جاتا ہے یا پھر مجروح کو موت کی وادی میں اتار دیتا ہے مگر قلم کا لگایا ہوا زخم ایسا ہوتا ہے کہ کبھی بھی اس سے انسان شفا یاب نہیں ہوتا اور اس کی المنایا موت کے بعد بھی چین نہیں لینے دیتی ہے۔

ابن حماني نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جس کا اس نے یہ نام رکھا، (الفانوس فی احکام قراقوش) اور اس میں خود ساختہ حکایات گھڑ کر قراقوش کی جانب منسوب کر دیں اور لوگوں نے ان جھوٹ کے پلندہ کو سچ مان لیا اور جو اصل اور سچی تاریخ ہے

اسے بھول گئے۔ ❶

معزز قارئین کرام! ابن حمانی نے جو لکھا ہے اور قرقوش کے بارے میں جو زہر اُگلا ہے وہ پڑھیں ابن حمانی کہتا ہے، جب میں نے دیکھا کہ قرقوش کی عقل و دین نہیں رہی اس نے اُمت کو برباد کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اُمت مسلمہ کی ہر پریشانی دور کر دے اور یہ قرقوش مظلوم اور ظالم کی پہچان نہیں رکھتا۔ بس جو اسے پہلے شکایت لگا دے یہ اسی کی مانتا ہے یہ سچ کہنے والے کی راہ نہیں پاتا۔ اور یہ اتنا عظیم مرتبہ والا ہے کہ کوئی بھی اس کی بات رد نہیں کر سکتا اور یہ قرقوش شیطان کی مانند چکراتا ہے اور ایسا فیصلہ کرتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری تو پھر میں نے یہ رسالہ (الفانوس) لکھا تا کہ دین کی اصلاح ہو اور مسلمانوں کو راحت ہو۔ اور یہ قرقوش ایک صقلی جزیرہ کا آدمی تھا یہ سفید رنگت کی طرف میلان رکھتا تھا اور سیاہ رنگت کو ناپسند کرتا تھا۔ پھر اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے ابن حمانی نے کئی بے بنیاد حکایات بیان کی ہیں کہ ایک حجازی عورت تھی اس کی ایک ترکی لونڈی تھی اس نے قرقوش سے کہا کہ یہ میری لونڈی ہے اس نے میری بے ادبی کی ہے قرقوش نے ترکی لونڈی کی سفیدی دیکھی اور حجازی عورت کی سیاہی دیکھی تو حجازی عورت سے کہا، افسوس! ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترکی لونڈی کو حجازی سیاہ عورت کے لیے پیدا کیا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ میں کم عقل اور جاہل نہیں ہوں۔ اے غلامو! اس حجازی عورت کو کمرہ میں بند کر دو، یہ ایک ماہ تک کمرہ میں بند رہی اور کچھ دیر بعد یہ عورت قرقوش کی طرف لوٹی اور کہا: میں نے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا۔ تو قرقوش نے کہا: تو اس حال میں کیسے اسے آزاد کر سکتی ہے تو تو خود اس کی لونڈی ہے، اگر وہ ترکی لڑکی تجھے فروخت کرنا چاہے وہ کر سکتی ہے اور اگر وہ تجھے آزاد کرنا چاہے تو وہ آزاد کر سکتی ہے۔ اب حجازی عورت نے ترکی لڑکی سے کہا تو

❶ رجال من التاريخ، ص: ۳۰۹ علی طنطاوی .

میرے ساتھ وہی کام کر جو میں نے تجھ سے برتاؤ کیا ہے تو ترکی لونڈی نے کہا۔ حجازی عورت سے تم مجھ سے کیا چاہتی ہو اس نے کہا تو مجھے آزاد کر دے۔ ترکی لڑکی نے کہا: میں نے اپنی حجازی آقا کو آزاد کیا تو قراقوش نے اس ترکی لڑکی کے لیے دعائے خیر کی۔

(۲) حکایت تین آدمی قراقوش کے پاس آئے ایک ان میں بے داڑھی مونچھ (کھودا) تھا۔ اور دو بڑی داڑھی والے تھے۔ اس (کھودے) نے ان داڑھی والوں کی ٹھوڑی کے بال اکھاڑے تھے۔ انھوں نے کہا: اے ہمارے آقا! بہاء الدین (قراقوش) ہمیں اس سے ہمارا حق دلائیں۔ اس نے ہماری ٹھوڑیاں بے بال کر دیں ہیں اور ہمارا لباس جلا دیا ہے۔ قراقوش نے اس (کھودے) کی طرف دیکھا اور کہا: افسوس ہے تم نے اس بچے کی ٹھوڑی ہی ختم کر دی ہے اور اب میرے پاس شکایت لے کر آئے ہو ان کو پکڑ کر قید میں ڈال دو۔ اور انھیں اس وقت نہ نکالنا جب تک اس بچے کی ٹھوڑی پر بال نہیں اُگتے۔

(۳) ایک عورت قراقوش کے پاس اپنا بچہ لائی اور کہا: آقا! یہ میرا بچہ مجھے گالی دیتا ہے تو قراقوش نے اسے ایک سال قید رکھنے کا حکم دیا۔ مگر اس عورت کو رات نیند نہ آئی، جب صبح ہوئی تو وہ قید کے افسروں کے پاس گئی اور پوچھا اس قید سے اپنے بچے کو بچانے کے لیے میں کیا حیلہ کروں۔ انھوں نے کہا: ہمیں ہماری شیرینی دو تو بتاتے ہیں تو اس نے کہا: وہ کیا ہے انھوں نے کہا: ہمیں چاندی کے سکے دو۔ اس نے دیے تو انھوں نے کہا: قراقوش کے پاس جاؤ اور اس سے کہو سال قید کی مدت ہو چکی، میرے بیٹے کو آزاد کرو۔ عورت آتی ہے اور اس سے یہ کہتی ہے تو وہ اس سے کہتا ہے ابھی چلی جاؤ، ابھی تیرے بیٹے کی قید سات دن باقی ہے وہ بھی رات دن برابر شمار کریں تو تب وہ عورت قید کے افسران کو جا کر یہ بتاتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ بھی نعمت ہے جب کل آئے گا تو تو قراقوش کے پاس جانا اور اس سے کہنا، وہ سات دن بھی ختم ہو چکے یہ عورت صبح

ہوئی تو ان کے پاس گئی جب انھوں نے عورت کو دیکھا کہا: اے بی بی! آفتاب غروب ہونے دو پھر آنا اور غلام سے کہا: جب آفتاب غروب ہو جائے تو اس کے بچے کو رہا کر دینا۔ (۴) قرقوش کے پاس ایک اونٹوں والا غلام لایا گیا، اس نے قتل کیا تھا۔ اس نے کہا اسے باندھ دو۔ قرقوش سے کہا گیا یہ تو آپ کا لوہار ہے اور تمہارے گھوڑے کو نعل (کھری) لگاتا ہے اگر تم نے اسے باندھ دیا تو پھر نعل نہ لگا سکے گا۔ قرقوش نے اپنے دروازہ کے سامنے پنجرے بنانے والے کو دیکھا اور کہا: ہمیں اس پنجرہ ساز کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے اسے پکڑ کر باندھ دیا اور اس نعل لگانے والے لوہار کو رہا کر دیا۔ (۵) قرقوش نے ایک آدمی کے ساتھ گھوڑے کی دوڑ لگائی تو وہ آدمی اس سے آگے گزر گیا تو اس نے قسم اٹھائی کہ گھوڑے کو تین دن تک چارہ نہ دے گا۔ ہرانے والے نے کہا: آقا! یہ گھوڑا تو اس طرح مرجائے گا، تو اس سے قرقوش نے کہا: اچھا پھر مجھے حلف دو کہ جب تم میرے اس گھوڑے کو چارہ دو گے تو مجھے نہ بتاؤ گے۔

(۶) کچھ دن دریائے نیل رُک گیا اس نے چلنا بند کر دیا۔ اس نے (قرقوش نے) پانی لانے والے اونٹوں پر غور سے نظر دوڑائی اور کہا: غلامو! شہر میں منادی کر دو بہاء الدین قرقوش نے حکم دیا ہے کہ دریائے نیل سے صرف ایک اونٹ برابر پانی بھرنا ہے زیادہ نہیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا پھر قدرتی طور پر نیل کا پانی بلند ہوا اور معمول کے مطابق بھر کر چلنے لگا تو اس نے کہا: لوگو! دیکھا تم نے میری تجویز کیسی رہی اگر میں نہ رہا تو تمہارے لیے افسوس ہوگا۔ یہ رائے کتنی مبارک ہے۔ یہ حکایت سب جھوٹ اور بدترین بہتان ہیں جیسا کہ اوپر ہم نے ثابت کیا قرقوش نہایت زیرک اور دانا اور سلطنت عثمانیہ کا ایک دانشمند اور جرأت والا جرنیل تھا۔ حسد کا ستیاناس ہو یہ آفتاب پر بھی تھوکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔



علامہ صدیق خان رحمۃ اللہ علیہ پر علم چرانے کی تہمت سے براءت

علامہ، محدث، فاضل صدیق حسن خان بھوپالی، اثری ہندی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تصنیفات لوگوں کے درمیان خیر و برکت پھیلا رہی ہیں۔ یہ ان عظیم و کبیر علمائے کرام میں سے ہیں جنہیں بہت ساری احادیث کی کتابوں کے احیاء اور طباعت میں ہندوستان کی سرزمین میں دسترس حاصل ہے۔ صاحب عون الودود نے تو انہیں چودھویں صدی کے مجددوں میں سے شمار کیا ہے۔

ان پر سرقہ (چوری) کی تہمت:

فائدہ جو کہ ایک عیسائی ہے اس نے اپنی کتاب ”اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع“ میں یہ تہمت لگائی ہے کہ ”صدیق حسن خان ایک معمولی سے آدمی تھے انھوں نے بھوپال کی ملکہ کے ساتھ شادی کی جب انھیں مالی عزت ملی تو اپنی طرف علماء کو جمع کیا اور یہ کتابوں کے مخطوطے خریدتے تھے اور علماء کو تکلیف دیتے کہ تالیفات ترتیب دیں اور یہ اپنی طرف نسبت کر کے انھیں شائع کرتے۔ بلکہ یہ وہ کتابیں انتخاب کرتے تھے جو نادر الوجود اور کمیاب ہیں اور پرانی ہیں اور انھیں اپنے نام سے منسوب کرتے۔

اس کی تردید:

یہ اعتراض نہایت ہی بیہودہ اور کمزور ہے۔ یہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دشمنوں اور حاسدوں کی تہمت ہے۔ علامہ کتانی رحمۃ اللہ علیہ، فہرس الفہارس: ۲/۱۰۵۷ میں فرماتے ہیں:

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات خود اپنی تالیفات ہیں۔ ہاں ان کے خلاف کچھ

لوگوں سے غلطیاں اور پیش قدمیاں ہوئی ہیں جنہوں نے نواب صاحب رحمہ اللہ کے رد میں لکھا ہے جس سے دوسروں کو الزام تراشی کی تہمت ہوئی جن میں سے ان کے ہمعصر ابو الحسنات لکھنوی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب، تذکرۃ الراشد بر (تبصرۃ الناقد) میں ان پر تنقید کی ہے۔ صدیق حسن خاں صاحب کے بیٹے نے، الروض البسام اور سیرت مرضیہ میں کہا ہے کہ نواب صاحب رحمہ اللہ کسی سے مناظرہ نہ کرتے تھے اگرچہ کوئی جاہل بھی آپ پر تنقید کرتا تو جواب نہ دیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کے خیال کے مطابق ان کے مقابلہ میں آنے والا کوئی بھی عالم اس قابل نہ تھا کہ جس سے وہ مناظرہ کرتے ان میں سے اکثر ان کے حاسد ہیں اور جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اپنی بے کاریوں کے سمندر میں غوطہ زن ہیں وہ انصاف سے عاری ہیں انہوں نے تعصب و تکلف کا دودھ پی رکھا ہے۔

ہم کہتے ہیں (مؤلف حازی) یہ بات جو بیٹے نے کہی ہے سخت مبالغہ آمیز ہے۔ علامہ صدیق حسن خان کی جس نے بھی سیرت کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ آپ طلب علم میں سخت حریص تھے اور پھر ساتھ روشن دماغ اور فہم و ذکا کے مالک تھے اور آپ کا قلم رواں دواں تھا۔ ملکہ بھوپال نے جب ان کے یہ اوصاف دیکھے اور انہیں دیکھا تو آپ اسے پسند آئے اور آپ سے شادی کر لی، فانڈک عیسائی کی بات کی کوئی حیثیت نہیں اس نے جو منہ میں آیا بول دیا کیوں کہ یہ نواب صاحب رحمہ اللہ کے ہم زمانہ مخالفوں میں سے ہے اس وجہ سے اس کی بات بے وزن ہے۔^①



① (قطر الطیب) جلاء العینین آلوسی، الأعلام زرکلی، ابجد العلوم صدیق حسن خان۔

علمی چوریوں کے بارے میں اہم موقف کا بیان

موجودہ دور میں اور حیرت انگیز علمی پیش قدمی کی وجہ سے جو کہ ذرائع ابلاغ کا وسیع میدان موجود ہے۔ یہ دنیا اب ایک شہر کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس کا آپس میں گہرا رابطہ ہے اور مکتبوں کا دار و مدار ذرائع ابلاغ پر ہے جیسا کہ جدید کمپیوٹر ہے۔ اور علم ایک امانت ہے اور علم کی یہی برکت کافی ہے کہ یہ اہل کی جانب منسوب ہوتا ہے اور ان پر دعائے رحمت کا باعث بنتا ہے۔

علمی سرقوں (چوریوں کا) موضوع تفصیل طلب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں۔ اس میں تعصب اور گروہ بندی عروج پر ہے اور اپنی اپنی ترغیبات اور من مانی کی بہتات ہے۔ اس بناء پر آپ دیکھ سکتے ہیں ایسا آزادانہ طور پر عام ہو رہا ہے حتیٰ کہ اجتماعی جھگڑے بڑی حد تک اذیت ناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

میرا ارادہ تھا کہ میں ایسی کتاب تحریر کروں جس میں یہ معاملات تحریر کروں اور وضاحت کروں تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں، ہمارے پرانے اہل علم کے نزدیک کسی قائل کی جانب اس کا قول نسبت نہ کرنا کوئی عیب اور نقص تصور نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ اکثر لوگ قدیم زمانہ سے ایسے ہی چل رہے ہیں۔ ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، آپ اس بات کی تصدیق کے لیے خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد دیکھ سکتے ہیں۔ اور الکوکب الدری المتلالی بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الکُنْی“ تالیف کی اس میں کچھ مشابہت ہے اس کتاب کے اور بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کے درمیان تو بعض ہم عصر لوگوں نے یہ امام مسلم رحمہ اللہ کی جانب منسوب کر دیا ہے کہ انھوں نے (بخاری کی کتاب سے اسے چرایا ہے) العیاذ باللہ۔

اسی طرح علامہ ابن قیم رحمہ اللہ پر ان کی کتاب (مفتاح دار السعادة) کے بارے میں چوری کرنے کی تہمت ہے کہ انھوں نے جاحظ کی کتاب (الحيوان) سے اس کا اکثر حصہ چرایا ہے۔ اور آپ پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب (بدائع الفوائد: ۳/۲۲۱ ص: ۲۲۳) تک کئی فضلیں ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب (المدهش) سے چرائی ہیں۔ مگر ان کی طرف اسے منسوب نہیں کیا۔

اس بات کو بعض ہوا و ہوس کے پجاریوں نے غنیمت تصور کیا اور ان پر ایسی تہمت لگا دی جس سے یہ بری تھے۔ اگر یہ کم علم یہ بات جان گئے ہوتے کہ پہلے علمائے کرام میں بات کو قائل کی جانب نسبت نہ کرنا ایک معروف طریقہ تھا تو پھر یہ اس علم کی دولت پر حملہ آور نہ ہوتے۔ حتیٰ کہ یہ علم سے تہی دامن مسکین یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ جیسے محدث پر بھی سرقہ علم (چوری کرنے کی تہمت لگا دی ہے)۔^①

یہ سیاق و سباق سے نقل کرتے تھے اور مؤلف کی جانب اس کی نسبت نہ کرتے تھے یہ روشن اور واضح ہوتا تھا کہ یہ سیاق و سباق سے بغیر کسی قائل کی جانب منسوب کیے بغیر نقل کیا گیا ہے یہ تفسیر، حدیث کی شروحات اور تاریخ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر مناسب یہ ہے کہ بغیر نسبت کے نقل کرنے میں اسے زیادہ ہی توسیع کا ذریعہ نہ بنایا جائے لیکن اگر بھول کر کوئی نسبت نہیں کرتا تو اسے طعن و تشنیع کا ذریعہ بھی نہ بنایا جائے۔ جب کہ خصوصاً یہ چھوڑنے والا عالم ہوا اور صالح آدمی ہو۔

① المنہاج فی شعب الایمان کا مقدمہ۔

اے مسلمانو! چوری کی علمی تہمت لگانا اور بغیر دلیل و یقین ہماری میراث میں آنے والی کتابوں پر حملہ آور ہونا اس کا سبب یہی ہے کہ ایسا کینہ پروری اور حسد کی وجہ سے کیا جاتا ہے جو مخالفوں کے اندر سے نکلتا ہے۔ مقولہ ہے: ”الْمُعَاَصِرَةُ أَصْلُ الْمُنَافَرَةِ“ ہم زمانہ ہونا نفرت کی جڑ ہے۔

مناسب یہی ہے کہ دوسروں پر سرقہ (چوری) کا حکم لگانے میں جلد بازی نہ کی جائے مگر جب نفس انسانی کی حالت ایمان سے خالی ہوتی ہے اور خوف الہی سے عاری ہوتی ہے تو پھر اس قسم کے الزامات لگانے والوں پر تعجب نہیں ہوتا۔ خصوصاً جب یہ الزام لگانے والے خود فریبی کا بھی شکار ہوں اور ناپسندیدہ گروہ بندی کے علمبردار ہوں پھر تو تعجب بالکل نہیں کرنا چاہیے۔

علمی چور بازاری کا موضوع تو قدیم موضوع ہے، اس پر کئی انداز پر بحث کرنے والوں نے بحث و کرید کی ہے۔ اس میں سے شاعروں کے کلام کا سرقہ (چوری کرنے کا) معاملہ بھی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی شاعر کو جاہ و منصب اور رتبہ بلند حاصل ہوتا ہے لوگ اس کی قدر و منزلت بجالاتے ہیں تو اس پر سرقہ (چوری) کی تہمت لگادی جاتی ہے۔ جرجانی فرماتے ہیں یہ سرقہ کا الزام بہت ہی قدیم بیماری اور پرانا عیب ہے۔ آمدی کہتے ہیں، اس سرقہ کے الزام لگانے سے نہ تو پرانے اور نہ ہی بعد والے کوئی بھی خالی نہیں۔ مثال کے طور پر دیکھیں۔ ابونواس شاعر نے ابن عمار شاعر کے کلام کو سرقہ کیا ہے۔ اور کئی شعراء نے ابن معزز کے کلام کا سرقہ کیا ہے۔ اور متنبی نے سرقہ کیا ہے۔ فرزدق پر متونی ۶۱۰ تہمت لگائی گئی یہ دوسرے شعراء کا کلام اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسی طرح جریر شاعر پر فرزدق نے تہمت لگائی کہ یہ اس کے کلام پر غلبہ جماتا ہے۔ فرزدق کہتا ہے:

لَنْ تُذْرِكُوا كَرَمِي بِلُومِ أَيْكُم
وَأَوَابِدِي بَتَنَحُّلِ الْأَشْعَارِ

تم اپنے باپ کے کمینہ پن کی وجہ سے میرے کرم تک ہرگز نہ پہنچ سکو گے اور نہ ہی میرے بے مثل کلام کو پاسکو گے اگرچہ دوسروں کے اشعار اپنے نام منسوب کر لو۔
شعر کے سرقہ کا تو اھطل نے تمام شعراء پر الزام لگایا ہے حتیٰ کہ خود پر بھی کہتا ہے۔
ہم جو شعراء کا گروہ ہیں یہ سناروں سے بھی زیادہ سرقہ (چوری) کرنے والا ہے۔
امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرزدق کے دس میں نو (۹) حصے اشعار سرقہ (چرائے ہوئے) ہیں۔ اور پھر یہ ان پر ڈٹا ہوا تھا اور جریر نے میرے علم کے مطابق کوئی آدھا شعر ہی چرایا ہوگا۔^①

مؤلف ابراہیم حازمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بحث بہت ہی تفصیل طلب ہے۔ ہم اسے اختصار سے بیان کر رہے ہیں کہ یہ سربرا آوردہ شعراء بھی شعری سرقہ کی تہمت سے محفوظ نہیں اور کسی کے بارے میں عملی دلیل کے بغیر ہی کچھ کہنا فضول اور ردی ہے۔

وَالدَّعَاوَى مَالَمْ تُقِيمُوا عَلَيْهَا
بَيِّنَاتٍ أَصْحَابُهَا أَدْعِيَاءَ

”ایسے دعوے جن پر تم واضح دلیل قائم نہ کر سکو تو یہ کہنے والوں کے دعوے ہیں انھیں قبول نہیں کیا جاسکتا۔“

علم حدیث میں بھی سرقہ کرنا موجود ہے:

میسرہ بن عبد ربہ نے (کتاب العقل) کے نام سے حدیث کی کتاب تیار کی، پھر ان سے داؤد مجبر نے سرقہ کیا۔^② مصر میں اور شہروں میں جو عربی ہیں اور خصوصاً بیروت

① الموشح، ص: ۱۶۸، العمدۃ: ۲/۲۸۱۱، الوساطہ، ص: ۲۱۲.

② تاریخ بغداد: ۸/۳۶۰.

میں نشر و اشاعت میں سرقہ چل رہا ہے، کہ مصنف کی اجازت کے بغیر ہی کتاب طبع کرتے ہیں اسے خبر تک نہیں ہوتی وہ اسے شائع کر دیتے ہیں اس کی زندہ مثال ہماری کتاب (الصب فیما ورد و قیل فی الضب) ہے اسے طبع کیا گیا ہے۔ اور مؤلف کا نام بدل دیا ہے اور حقیقی مؤلف کا اس میں اشارہ تک نہیں دیا۔ اسی طرح سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب (الباحۃ فی فضل السباحۃ) ہے جس کی تحقیق ہم نے کی ہے۔ اسے بھی تبدیلی نام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

کتابیں تالیف کرنے کا مقصد:

تالیف سے ایک مقصد یہ ہے کہ جو کچھ پہلے نہیں لکھا گیا اسے تالیف کیا جائے۔ (۲) پہلے ناقص تالیف تھی اب اسے مکمل کیا جائے۔ (۳) یا پہلے خطا سے لکھا گیا اسے درست کیا جائے۔ (۴) یا مشکل لکھا گیا ہے اسے آسان کرنے کے لیے شرح لکھی جائے۔ (۵) یا لمبا لکھا ہے بعد میں اسے مختصر کیا جائے۔ (۶) یا پہلے بکھرا ہوا تھا اب اسے یکجا لکھا جائے۔ (۷) یا پہلے تحریر غیر مرتب تھی اسے مرتب کیا جائے۔ (۸) یا پہلے تحریر مبہم (غیر واضح) تھی اسے دوسری تحریر سے معین کیا جائے۔ ① ان مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر جو تحریر بھی بروئے کار لائی جائے تو یہ ملامت والی بات نہیں۔ اور نہ ہی ایسا کرنے والے سے کہا جائے گا کہ اس نے صرف بے مقصد تالیف جمع کرنے کا شوق پورا کیا ہے بلکہ یہ تالیف بامقصد ہوگی۔

لغت میں تالیف کا معنی ایک دوسرے سے ملانا ہے، اور ان وجوہات میں جو تالیف ہے بامعنی ہے (۲) تالیف میں یہ لازمی ہونا چاہیے کہ تقویٰ، خوف الہی اور انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو وہ اگر کسی بات کو کہنے والے کی جانب نسبت نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس پر سرقہ کی تہمت جڑ دی جائے۔ اگر یہ دروازہ کھول دیا گیا تو پھر نہ

① اُزہار الریاض، مقری: ۳/ ۳۴۔

تو کوئی بھی پہلوں اور نہ ہی کچھلوں میں اس الزام سے سلامت نہ رہے گا۔ لہذا ہمیں نیک علمائے کرام کے ساتھ حسن ظن رکھنا ہوگا۔ بہت سارے علماء و فضلاء جیسا کہ آپ نے ہماری اس کتاب میں ملاحظہ کیا ہے تصنیفات کے سرقہ کی تہمت میں نشانہ بنائے گئے ہیں۔ جب کہ یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہیں اور یہ تہمتیں کینہ اور حسد کی پیداوار ہیں ایسا اکثر معصروں میں ہو جاتا ہے اور معصروں کی ایک دوسرے پر تنقید پر توجہ نہیں دی جاتی تاریخ اس سے بھری پڑی ہے۔

مثال کے طور پر ہم بیان کرتے ہیں۔ امام سخاوی رحمہ اللہ نے اپنے معاصر امام سیوطی رحمہ اللہ پر یہ تہمت لگائی ہے کہ سیوطی رحمہ اللہ نے میری کتابوں پر ڈاکہ ڈالا ہے یعنی انھوں نے سب کچھ وہاں سے لے کر تحریر کیا ہے مگر یہ حسد سے کہا ہے ایسا نہیں ہے، سیوطی نے ان کے جواب میں کہا، میں (سیوطی) کہتا ہوں کہ یہ سخاوی کہتے ہیں میں نے ان کی کتابوں پر ڈاکہ ڈالا ہے اور ان سے یہ علم حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ گواہ ہے وہ اپنے اس دعویٰ میں باطل ہیں اور انھوں نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے کہ اس غارت گری کے ساتھ مجھے سختی کر دیا ہے۔ میں تو اب تک ان کی اس کتاب سے واقف بھی نہیں اور نہ ہی اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس پر ڈاکہ ڈالنے کا انھوں نے مجھے الزام دیا ہے۔^①

(مقام ۲) یہ ہے کہ ہر بعد میں آنے والا پہلے کے علم سے استفادہ کرتا ہے یہ ایک معروف بات ہے اسے سب جانتے ہیں۔ کبھی بعد والا مختلف علمی باتوں کو اکٹھا کرتا ہے اور کبھی کسی مہل بات کی وضاحت کرتا ہے اور کبھی مجمل کی تفصیل کرتا ہے اور کبھی فوائد نکالتا ہے اور کبھی علمی پاروں کی عقدہ کشائی کرتا ہے۔ اور کبھی راویوں کو ضبط میں لاتا ہے کبھی نئے اور انوکھے نکات بیان کرتا ہے تو یہ سرقہ نہیں مؤرخ سخاوی مصری رحمہ اللہ

نے اپنی کتاب (الجواہر والدرر) میں ایک فصل قائم کی ہے۔ اور اس میں اپنے شیخ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے خط اور تحریر کو ہی نقل کر دیا ہے اور اس عبارت میں معمولی کمی بیشی کر کے اس کے متعلق دعویٰ یہ کیا ہے کہ یہ میں نے لکھا ہے۔ لیکن اس عبارت کا اکثر حصہ ابن حجر رحمہ اللہ کی اصل کتاب میں مذکور ہے۔ اور ایسا اکثر کتابوں میں ہے۔ رویانی کی کتاب (البحر) اسے انھوں نے ماوردی کی کتاب (حاوی) سے لیا ہے۔ ابو یعلیٰ کی کتاب (الاحکام السلطانیہ) اسے ماوردی کی کتاب (شرح بخاری) سے لیا گیا ہے۔ جو اسماعیل تیمی اور ابو حسن ابن بطل دونوں کی شرح سے لیا گیا ہے۔

اور بغوی کی (شرح السنۃ) اسے خطابی اور ابوداؤد کی شرح سے لیا گیا ہے۔ اور بدر بن جماعہ کی کتاب (الكلام علی تراجم البخاری) اسے ابن منیر کی کتاب (تراجم بخاری) سے حاصل کیا گیا ہے۔

اور (اختصار علوم حدیث) جو ابن ابی دم کی کتاب ہے اسے ابن صلاح کی کتاب (علوم الحدیث) سے لیا گیا ہے۔ اور یہ حرف بحرف وہی ہے ہاں اس میں بہت زیادہ ابن الدم نے اضافہ کیا ہے۔ ہمارے شیخ علامہ بلقینی کی کتاب (محاسن الاصلاح و تضمین کتاب ابن الصلاح) انھوں نے ابن صلاح کی کتاب میں جتنا بھی اضافہ کیا ہے وہ مغلطی کی کتاب (اصلاح ابن الصلاح) سے حاصل کیا ہے۔

حازمی رحمہ اللہ مؤلف کتاب کی اہم بات:

شیخ ابراہیم حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں کچھ باتیں ایسی ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان میں درست موقف اپنایا ہے تو یہ علماء اسے ایک دوسرے سے حاصل کرتے رہے ہیں۔

اور بعض درستی تک نہیں پہنچ سکے، جب ان باتوں کا آپس میں موازنہ کریں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے سے حاصل کی ہیں اور خود حافظ ابن حجر

ﷺ نے بھی ان علماء کی مانند ہی کیا ہے۔ آپ کی کتاب (فتح الباری) آپ نے ابن رجب کی کتاب (فتح الباری) سے لی ہے اور اپنی کتاب کا نام بھی ابن رجب کی کتاب (فتح الباری) کے نام پر فتح الباری رکھا ہے۔ اور ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب (تہذیب التہذیب) انھوں نے علامہ مزی رحمہ اللہ کی کتاب (تہذیب الکمال) سے لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں اس طرح تو پھر سرقہ سے نہ ہی کوئی عالم اور نہ ہی کوئی رائٹر کوئی بھی سرقہ کی تہمت سے سلامت نہ رہے گا۔

بناء بریں مؤلفوں اور علماء پر طعنہ کرتے اور عیب لگاتے ہوئے کچھ سوچ بچار سے کام لیا جائے۔ اور ان کے حالات اور دیگر کتابوں میں نظر ڈالی جائے تو ہو سکتا ہے ان کے ایسا کرنے کے اسباب سامنے آجائیں۔ یہ ہو سکتا ہے وہ اصل مؤلف کی جانب نسبت کرنے کو بھول گئے ہوں یا کوئی دقت پیش آئی ہو۔ دوسروں کے عذر سامنے رکھنا آزاد لوگوں کا شیوہ ہے معذور کا خیال رکھا جائے۔

(مقام نمبر: ۴) ہمیں خیر خواہی کو لازم اختیار کرنا چاہیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کرنا ہے۔ (صحیح مسلم)

شبہات کی وجہ سے لوگوں کے خلاف حکم لگانا درست نہیں ایسا ہوتا ہے کہ ایک کتاب کا نام دوسری کے مشابہ ہوتا ہے یہ اکثر ہوتا ہے، مگر ہر کتاب کا مضمون دوسری سے مختلف ہوتا ہے۔ اختصار میں اور جمع و تالیف میں ضرور فرق ہوتا ہے تو ایسی صورت میں سرقہ کی تہمت بہت بری بات ہے۔ اور پھر علماء، فضلاء اور صلحاء کے بارے میں تہمت لگانے کا تو خاص خیال رکھنا چاہیے۔

قارئین کرام! لوگوں پر بری تہمت لگانے سے بچو، حسد اور ناجائز غیرت تمہیں اس پر آمادہ نہ کر پائے۔ اسی تعصب، اور کم عقلی اور ہوا و ہوس کی وجہ سے کبار ائمہ کرام چوری کی تہمت کا نشانہ بنے۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، امام سیوطی رحمہ اللہ،

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام زبیدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ، عینی رحمۃ اللہ علیہ، انباری رحمۃ اللہ علیہ اور مقریزی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ سب سرقہ کی تہمت سے بری ہیں۔

(مقام نمبر: ۵) علم میں برکت اسی سے ہے کہ اسے بیان کرنے والے کی جانب ہی منسوب کیا جائے اور اس پر رحمت کی دعاء کی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے امانتیں امانت والوں تک اداء کرو۔ (النساء: ۵۸)

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بھی علم کا شکریہ ہے کہ آپ کسی چیز سے جس سے مستفید ہوتے ہیں تو جو آپ تک یہ استفادہ پہنچاتا ہے تو آپ جب ذکر کریں تو کہیں فلاں چیز مجھ پر مخفی تھی اس کا مجھے علم نہیں تھا مگر فلاں نے یہ میرے لیے ذکر کیا یہ کہنا بھی علم کا شکریہ ہے۔

میں (حازمی مؤلف رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کو معاف کرے اور ہر قدم درست سمت کر دے۔ آپ ہماری تمام کتابوں میں یہ چیز پائیں گے خواہ ہم نے کسی کتاب کی تحقیق کی ہے یا اسے جمع کیا ہے ہم ہر بات جس نے کہی ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی بھول کر رہ جائے تو علیحدہ بات ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک حرف یا معنی بھی جسے تبدیل کرنا مجبوری ہو جائے جب ہم اس سے مطلع ہوتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کو اس کی اصلاح اور نصیحت و خیر خواہی کا واسطہ دیتے ہیں کہ اللہ کریم تو جانتا ہے اس تبدیلی سے ہمارا خیانت کرنا مقصد نہیں صرف اصلاح مقصد ہے۔

کیوں کہ انسان کمزور ہے یہ خطاء سے محفوظ نہیں یہ اگر محفوظ رہتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی رہ سکتا ہے۔

اے قارئین کرام! آپ جانتے ہیں مؤلف اور ہر لکھاری ایک بشر ہے۔ کئی اُمور

اور مشاغل اس سے ٹکراتے ہیں اور اسے پریشانیاں بھی آتی ہیں اور اس پر دلخراش واقعات بھی آتے جاتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی فکر منتشر ہو جاتی ہے اور منظم اور مرتب بات کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس معنی سے بے دھیان ہو جاتا ہے جو کسی چیز کی وضاحت کرتا ہے۔ اس لیے آپ ایسے نہ ہوں جب کسی کی خوبی دیکھی اسے چھپالیا اور عیب دیکھا تو اسے ظاہر کیا۔ کمال صرف رب ذوالجلال میں ہے۔ انسان معصوم نہیں۔



علامہ آمدی رحمہ اللہ پر تارک نماز ہونے کی تہمت کا جائزہ

اب ہم ایک علمی اور فاضل شخصیت کا تذکرہ کرنے جا رہے ہیں۔ یہ امام، علامہ، اور اصول کے ماہر ابو حسن علی بن ابی علی، محمد بن سالم آمدی رحمہ اللہ ہیں۔ ان کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام میں فرماتے ہیں سیف آمدی کتاب وسنت کی غایت تھے اور علم معقول میں نہایت تھے۔ فضلاء ان کے حلقہ میں ازدحام کرتے تھے، ان کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ حنبلی تھے۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و بکا کرتے تھے اور رفیق القلب تھے۔ ان کے بارے میں علامہ شیخ عبدالرزاق عفی فی فرماتے ہیں۔ یہ مباحثہ کرنے میں قوت والے تھے اور بحث و تکرار کثرت سے کرتے تھے اور وسیع خیالات کے حامل تھے۔

تہمت:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں قاضی تقی الدین سلیمان بن حمزہ اپنے شیخ ابن ابی عمر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم سیف (آمدی) کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہمیں یہ شک ہوتا تھا کہ انھوں نے نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ اس کے بغیر ہی وہ سو جاتے تھے۔ اور یہ جب ہمیں تعلیم دیتے تو ان کے پاؤں کو سیاہی لگی ہوتی تھی اور سیاہی کی یہ علامت ان کے پاؤں پر دودن لگی رہتی تو ہم جان جاتے کہ انھوں نے وضوء نہیں کیا۔

اس کا جواب:

یہ حکایت باطل ہے اور باطل ہے درج ذیل وجوہ اس کے باطل ہونے پر دلالت

کرتی ہیں۔

- (۱)..... یہ تمریض (کمزور صیغہ سے) بیان کی گئی ہے یہی اس حکایت کی کمزوری ہے۔
- (۲)..... یہ ہے کہ امام آدمی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جس نے بھی قلمبند کیے ہیں ان کے اوصاف خیر کا تذکرہ کیا ہے اور ان میں وصف نماز بھی ہے جو کہ دین کا ستون ہے یہ بھی شامل ہے۔ جو رفیق القلب اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا ہو یہ محال ہے کہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو۔

- (۳)..... یہ الزام حاسدوں اور ہم زمانہ لوگوں نے لگایا ہے آدمی کا جب فضل و علم شہرہ آفاق ہو جائے تو اس کے حاسد پھر کثرت سے ہو جاتے ہیں۔

حَسَدُوا الْفَتَىٰ إِذْ لَمْ يَنَالُوا سَعِيَهُ
فَالْقَوْمُ أَغْدَاءُ لَهُ وَخُصُومُ

- جب یہ کسی نوجوان جیسی محنت تک رسائی نہیں پاتے تو پھر لوگ اس سے جھگڑا کرتے اور اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

- (۴)..... علامہ شیخ عبدالرزاق عقیفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ ایک جھوٹی داستان ہے۔ کیوں کہ سیاہی عضو پر مسلسل وضوء کرنے اور دھونے کے باوجود باقی رہ جاتی ہے۔ خصوصاً اس کے مسلک کے مطابق جو پاؤں ملنا لازم قرار نہیں دیتا، صرف پانی بہانا ہی کافی خیال کرتا ہے اس کے عضو پر اور دیر باقی رہتی ہے دونوں صورتوں میں ملنے یا نہ ملنے میں یہ سیاہی باقی رہتی ہے۔

- (۵)..... اس کے درست نہ ہونے پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اس بارے میں انھوں نے ایسی باتیں بیان کی ہیں جو صحت تک نہیں پہنچتی۔

- (۶)..... یہ ہے کہ ایک مسلمان پر یہ واجب ہے کہ علمائے کرام کے ساتھ اور داعیان اسلام کے ساتھ حسن ظن رکھے اور ان کی باتوں کو اچھے معیار پر برقرار رکھے۔

کیوں کہ علماء کے مختلف انداز ہیں اور گھاٹ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جس نے یہ خیال کیا کہ آمدی رحمہ اللہ جس تبحر علمی تک پہنچے ہیں۔ اور بحث کی قوت رکھتے تھے اور فی البدیہہ حاضر جواب تھے۔ مناظرہ میں بہت خوبصورت انداز تھا۔ تدریس اور تالیف میں ماہر تھے جو ان تک رسائی نہیں پاسکتا تو ان سے حسد کرنے لگا ہے کہ جیسا یہ کارنامہ کر رہے ہیں وہ نہ کر سکا تو عیب لگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے علمائے کرام بھی ہیں۔ جو آمدی رحمہ اللہ کی رفعت شان بیان کرتے ہیں اور ان کا دفاع کرتے ہیں اور اسے مورد ملامت ٹھہراتے ہیں جو ان کی قدر گھٹاتا ہے یا ان کے دین میں تہمت لگاتا ہے۔ یا ان کی تالیف میں طعنہ زنی کرتا ہے جیسا کہ ابن سبکی ہیں ذہبی رحمہ اللہ نے جب ان کی تنقیص کی تو اسے معیوب جانا کہ آمدی کی کسر شان کرنے پر برامانا۔ باقی ہر آمدی کی بات قبول بھی کی جاتی ہے اور چھوڑی بھی جاتی ہے صرف رسول اکرم ﷺ کی بات ہے جو قبول ہی کی جاتی ہے رد نہیں کی جاسکتی۔ اور آمدی رحمہ اللہ تو ایک عظیم اور ذہین علماء میں سے ایک مسلمان عالم ہیں۔ ہمارا ان سے معاملہ مسلمان علماء جیسا ہی ہونا چاہیے۔ اور ان کے ساتھ ہمارا شعار بھی وہی ہونا چاہیے جو سب علماء کے ساتھ ہے کہ یہ دعاء کیا کریں۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

(الحشر: ۱۰)

”اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ایماندار لوگوں کے لیے ہمارے دل میں کینہ نہ کرنا اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“^①

① سیر اعلام: ۲۲/۳۶۶، لسان المیزان: ۳/۱۳۴، طبقات سبکی: ۵/۱۲۹،

البدایہ والنہایہ، الشذرات: ۵/۱۴۴۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ پر اتہامات کا جائزہ

اب ہم ایک عالمی شخصیت جو فہم و ذکاء، علم و صلاح اور دعوت اسلامیہ میں ایک اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار تھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔

یہ ہیں، علامہ، اور تیرہویں صدی کے مجدد شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان تمیمی نجدی رحمہ اللہ جو ۱۱۱۵ھ اور بمطابق ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے، انھوں نے اپنے والد صاحب سے پڑھا جب کہ وہ عینیہ میں قاضی تھے۔ ان کے والد محترم نے دیکھا کہ ان پر شرافت و ذکاء کی علامات جھلکتی ہیں تو ان کی تعلیم پر خاص توجہ دی۔ انھوں نے ابھی دس برس کے بھی نہ ہوئے تھے تو قرآن پاک کو حفظ کر لیا۔ آپ روشن ضمیر تھے اور تیز حافظہ والے تھے۔

باپ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے اور مدینہ کے عالم شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی سے علم حاصل کیا، اور شیخ محمد حیات سندھی مشہور محدث رحمہ اللہ سے فیض یاب ہوئے اور دیگر علمائے کرام سے بھی علمی استفادہ کیا۔

پھر نجد واپس آ گئے اور اصلاحی اور مبارک دعوت کی نشر و اشاعت کا آغاز کیا جو خالص کتاب و سنت پر مبنی تھی۔ اور بدعات و خرافات اور شعبہ بازیوں کی تردید کی اور بت پرستی اور شرک کے نشانات مٹا دیئے آپ رحمہ اللہ ۱۲۰۶ھ میں فوت ہوئے۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دیں یہ یاد رکھیں لوگوں کی زبانوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا، خواہ یہ زبان حق پر ہو یا باطل پر سب پر بولتی ہیں۔ لوگ تو کیا ان سے تو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بھی محفوظ نہیں رہے۔ تو ہم کیا چیز ہیں۔

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ لوگوں سے سلامت رہے گا تو وہ دیوانہ ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام جو ساری مخلوق میں سے منتخب ہیں وہ بھی لوگوں کی الزام تراشی سے سلامت نہیں رہے سیدنا یوسف علیہ السلام پر بدترین الزام لگا کر انھیں قید میں ڈال دیا گیا، اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی پاکیزہ امی پر بہتان اور جھوٹ کا طوفان باندھا گیا۔ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جادوگری اور شعبدہ بازی کی تہمت لگادی، اور نبی ﷺ پر مجنون (دیوانہ ہونے کی) تہمت لگی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ پر انھوں نے تہمت گھڑ لی کہ اللہ تعالیٰ دو یا تین ہیں۔ اور اس کی بیوی اور اولاد ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب بہتان بازیوں سے بلند ہے۔ ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

وَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْجُو مِنَ النَّاسِ سَالِمًا
وَلَوْ كَانَ بَيْنَ خَافِتَيْ نَسْرِ

لوگوں کی زبان درازیوں سے کوئی بھی سلامت نہیں رہتا اگرچہ وہ گدھ (پرنده) کے خفیہ پروں میں بھی چھپ جائے۔

جب آپ یہ دیکھیں کہ کسی عالم کی شخصیت کے بارے میں لوگ مختلف ہیں تو جان لو کہ یہ ایک عظیم عالم ہے۔ ایسا بہت ہی کم ہوا ہے کہ ایک بلند مرتبہ عالم ہو اور اس کے ہمعصر اس کے بارے میں ایک رائے ہوں۔ یہ اختلاف ہونا ہی رائے میں فرق ظاہر کرتا اور یہ اختلاف سیاسی گروہوں میں بھی ہے اور فقہی مذاہب کے درمیان بھی ہے۔ یہ موافق و مخالف پر منصفانہ حکم لگانے میں رکاوٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مخالفت نے دشمنوں اور کینہ پروروں کو شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے بارے میں شبہات پر آمادہ کیا ہے۔

ان پر نبوت کے مدعی ہونے کی تہمت:

شیخ احمد زینی رحلان لکھتا ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ابتداء میں جھوٹی نبوت

کے مدعی لوگوں میں کذاب اسود عنسی، طلیحہ اسدی جیسے افراد کے حالات پڑھا کرتے تھے اور انھوں نے دعوائے نبوت کو اپنے دل میں چھپا رکھا تھا، اظہار نہیں کیا، اگر ان کے لیے ممکن ہوتا تو یہ نبوت کا دعویٰ ظاہر کرتے۔ (زہاوی عراقی نے بھی رحلان کی اس بات پر پیروی کی ہے)۔^①

زینی کہتا ہے محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، مگر اس کا اظہار نہیں کر سکے۔ علوی بن احمد مداد کہتا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب باطنی طور پر نبوت کے دعویدار تھے کیوں کہ وہ ایک نیا دین لے کر آئے جیسا کہ ان کے قرائن و احوال سے پتہ چلتا ہے۔ اور اقوال بھی بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے اور کچھ قبول نہیں کیا۔ صرف قرآن پاک کو قبول کیا ہے۔ یہ بھی انھوں نے ظاہری کا طور پر قبول کیا تھا تاکہ لوگ ان کے متعلق حقیقت نہ جان سکیں اور یہ کھل کر سامنے نہ آجائیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ساتھی اپنی خواہش کے مطابق جو چاہیں قرآن کی تاویل کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تفسیر کی ہے اور سلف صالح اور ائمہ تفسیر نے وضاحت کی ہے اسے نہیں مانتے اور نہ ہی احادیث کے مطابق بات کرتے ہیں۔^②

جب ان معترضین کی باتوں کی جستجو کریں تو حاصل یہ ہوتا ہے اور یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کا دعویٰ دل میں پوشیدہ رکھا اسے کسی ایک کے سامنے بھی ظاہر نہ کیا اس کے علاوہ ان بہتان طرازوں کے کلام کا اور کوئی بھی مفہوم نہیں ہے صرف یہی ہے۔

① الضیاء الشارق، ص: ۲۵، خلاصة الکلام، ص: ۲۳۹.

② الأسنۃ الحداد فی رد شبہات، ص: ۲۰.

اس کا جواب:

اگر بات یہی ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے نبوت کا دعویٰ اپنے دل ہی میں چھپا رکھا تھا وہ اس کے انظہار کی طاقت نہ پاسکے تو بتایا جائے اس ضمیر میں چھپی بات پر انھیں کس نے مطلع کیا، کیا انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بندوں کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتا ہے۔ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو ان کی یہ بات تو پھر مسیلمہ کذاب اور سجاح وغیرہ والی ہوئی یہ سرکش شیطان کے پجاری بھی کہتے تھے ہم پر وحی آتی ہے تو یہ بھی کہتے ہیں۔

اور اگر ایسا نہیں تو پھر تمھارا خیال ہے کہ انھوں نے غیب پر اطلاع پائی ہے اور اپنے عقیدہ کے مطابق یہ تو لوح محفوظ سے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اگر یہ ہے تو پھر یہ ملت اسلام سے ہی خارج ہو جاتے ہیں اور اپنے جاہلیت والے بھائیوں سے مل جاتے ہیں جو کہ کاہن اور بہتان باز ہیں کیوں کہ غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا﴾ (الجن: ۲۶)

”وہ غیب کو جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔“

اب یہی بات باقی رہ جاتی ہے کہ یہ شیخ پر تہمت نبوت لگانے کا دعویٰ کرنے والے ہوا و ہوس اور اپنی غرض کے غلام ہیں۔ یہ ضلالت اور منکر کے پیچھے چلنے والے ہیں اور تاریکی جو ان پر چھائی ہے اس میں انھیں کچھ بھائی نہیں دیتا اس کے دلدادہ ہیں۔ کفر و فسق اور نافرمانی کی ظلمتوں میں گرے پڑے ہیں۔ یہ نور سے اور نور ایمان سے اور احسان سے جو ان کی رومی اور ذلیل حرکتوں کو واضح کرتے ہیں اس سے نفرت کرتے ہیں۔

رب کائنات نے سچ کہا ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ

كَرَّةَ الْكُفْرُونَ ﴿ (الصف: ۸)

”یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور

اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کرتے ہیں۔“

اے قارئین کرام! شیخ رحمہ اللہ کے خطوط، اور ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ آپ کی دعوت کا جتنا معاملہ بھی معروف و مشہور ہے کہ شیخ سلف صالح اور ائمہ دین اور اہل فقہ و فتویٰ پر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے کمال کی صفات اور اس کی جلالت کی معرفت پر کاربند تھے اور رسول اکرم ﷺ جو کچھ لے کر آئے تھے اسے خود پر لازم کرنے والے تھے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے جو خط سویدی کو بھیجا تھا جو کہ اہل عراق کا ایک عالم تھا۔ اس نے انھیں خط لکھا تو جواب میں شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے بارے میں جو چاہے لوگ کہیں میں الحمد للہ! آپ کو بتاتا ہوں میں قبیح سنت ہوں بدعت والا نہیں میرا عقیدہ اور میرا دین جس کا میں پیروکار ہوں وہ اہل سنت والجماعت والا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس پر مسلمان ائمہ اور چاروں امام اور قیامت تک ان کے ماننے والے ہیں، میں بھی اسی پر ہوں یہ ہے کہ میں لوگوں کے سامنے خالص دین کی وضاحت کرتا ہوں اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرتا ہوں اور میں انھیں منع کرتا ہوں کہ نیک یا غیر نیک لوگ زندہ یا مردہ ہیں انھیں نہ پکارو۔ اور جو یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں جیسا کہ غیروں کے لیے جانور ذبح کرنا۔ نذر ماننا اور توکل کرنا اور سجدہ کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ نہ ہی مرسل نبی شریک ہے۔ اور یہی وہ دعوت ہے جو تمام پیغمبروں علیہ السلام نے دی اور اسی پر اہل سنت والجماعت گامزن ہیں۔

ابن صباح کو ایک خط میں لکھتے ہیں: محمد ﷺ انبیاء علیہ السلام میں سے افضل ہیں۔ ایک دوسرے رسالہ میں لکھتے ہیں: یہ جو مشرکوں نے میرے متعلق مشہور کر رکھا ہے کہ میں نبی

ﷺ پر درود پڑھنے سے روکتا ہوں اور میں نبی ﷺ کا قبہ گرانا چاہتا ہوں یا میں نیک لوگوں کو بُرا کہتا ہوں یا میں ان سے محبت کرنے سے روکتا ہوں یہ سب جھوٹ اور بہتان ہے یہ کسی شیطان نے مجھ پر جھوٹ جڑ دیا ہے۔ ایک اور رسالہ میں لکھتے ہیں: ہم اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کے مطیع ہیں۔ اور غیر اللہ کی عبادت سے ہم انکاری ہیں۔ اور نبی اُمی ﷺ جو حبیب اللہ اور مخلوق میں سے چنے گئے ہیں محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔^①

جب صورت حال یہ ہے تو پھر یہ شیخ کے خلاف یہ جھوٹے الزامات ثابت ہوئے یہ دراصل شاخسانہ ہے حسد کا۔ ہاں! وہ حسد جس نے ان جھوٹے مدعیوں کے دلوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ یہ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے جس سے یہ معمور ہیں یہ حسد ان کے دلوں کی گہرائی میں گھر کر چکا ہے۔ جب یہ انسان پر غلبہ پاتا ہے تو اسے اندھا کر دیتا ہے اور حق سننے سے اسے بہرا کر دیتا ہے۔ اسی حسد نے ہی ابلیس کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے روکا تھا۔ یہی وہ بیماری ہے جس نے یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے روکا تھا۔ اور یہی حسد کی بدترین بیماری ہے جس نے ابو جہل کو اسلام کی سکون آور صدا سننے سے بہرہ کر دیا تھا۔^②



① الرسالة الشخصیة، ص: ۱۰۶۔

② بحوث الشيخ: ۵۵ / ۲۔

شیخ لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے اس الزام کا جائزہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پر ایک یہ بھی تہمت لگائی گئی ہے کہ یہ اور ان کے پیروکار تمام اہل قبلہ کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہیں اور یہ تہمت مختلف اوقات میں بار بار دہرائی جاتی ہے۔

شیخ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے جو کہ نجد سے ظاہر ہوئے اور حرمین پر تسلط پالیا، یہ نسبت تو اپنی جنابی ہونے کی کرتے ہیں۔ لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ صرف یہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے مخالف ہے وہ مشرک ہے۔ اور انھوں نے اہل سنت کے قتل اور ان کے علماء کے قتل کی اجازت دی ہے۔^①

ابن رحلان کہتا ہے، محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اُمت کے ہر خاص و عام کو کافر قرار دیا ہے اور اس پر لڑائی کی ہے صرف وہی بچا ہے جو ان سے اتفاق کرتا ہے اور مزید کہتا ہے کہ ان کی شان و شوکت اور قوت اپنے شہروں میں بڑھتی گئی، تو ان کی شر میں اضافہ ہوا اور ان کا ضرر بڑھتا گیا اور ان کی بادشاہت وسیع ہوئی، انھوں نے بے شمار لوگوں کو مارا اور ان کے مال کو لوٹا اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنالیا۔^②

شیخ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جو ان کی حکومت

① رد مختار: ۳/ ۳۰۹۔

② فتنہ وہابیہ، ص: ۶۶۔

کے ماتحت نہیں اور ان کے احکام کی پابندی نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج ہے اور بھی کئی اشیاء پہنچی ہیں ان کی صحت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہ کیسی ہے۔^①

نوٹ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاثرات اس دعوت کی تحقیق سے پہلے دیے تھے۔ جب انھیں تحقیق ہوئی تو یہ اس دعوت کے معاون اور دفاع کرنے والے ہو گئے۔ اس تہمت کا جواب:

یہ ایک فضول اور باطل اور بیہودہ قسم کا دعویٰ ہے۔ یہ تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ جو کتاب التوحید کا مؤلف ہے وہ اسے جو توحید الہی پر ایمان رکھتا ہے۔ اور ربوبیت کی توحید پر یقین رکھتا ہے یہ کیسے اس شخص کو کافر قرار دے سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص عبادت کرتا ہے، ایسا کرنا محال ہے۔ وہ تو خود اعلان کرتے ہیں اور اس باطل تہمت کی نفی کرتے ہیں جسے دشمن ان سے نفرت دلانے کے لیے رواج دے رہے ہیں۔ اور ان الزام لگانے والوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کا مرتبہ و مقام اور قوت و اعتبار بحال رہے اور جو قبروں کی رکھوالی کا اعزاز ہے وہ سدا رہے اور جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا قطب بن کر تصرف کا دعویٰ ہے اس کا پردہ چاک نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ انھیں مارے یہ کیسے بھکے ہوئے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں جب ہم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قبہ پر بت کی عبادت کرنے والے اور احمد بدوی کی قبر کو بت بنا کر عبادت کرنے والے کو تو ہم کافر قرار نہیں دیتے کیوں کہ یہ ان کی جہالت اور عدم آگاہی کی وجہ سے ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا یا ہجرت کر کے ہمارے پاس نہیں آتا اور نہ ہی کفر کرتا ہے تو پھر ہم اسے کیسے کافر قرار دے سکتے ہیں۔ یہ ایک شیخ پر بہت بڑا بہتان ہے کہ وہ بلا وجہ کفر کا فتویٰ دیتے تھے۔^②

① البدْر الطالِع : ۲ / ۵

② روضة الافکار، حسین بن غنام.

ہاں، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ یمامہ کے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے جو وہاں کھڑا کھجور کا ایک درخت ہے۔ اس کے بارے میں جن کا یہ عقیدہ تھا کہ اس درخت میں عجیب و غریب قدرت ہے اور لوگ اس کے پاس جا کر شادی کی درخواست کرتے تھے تو اسی سال میں اس کی شادی ہو جاتی تھی۔ عورت اس کے پاس آتی اور کہتی: اے سب سے بڑے درخت مجھے سال گزرنے سے پہلے پہلے خاوند دے دے۔ انھیں شیخ کافر کہتے تھے۔

اور ان لوگوں پر بھی شیخ کفر کا فتویٰ لگاتے تھے جو درعیہ میں قائم ایک غار کے متعلق یہ لوگ عقیدہ رکھتے تھے اور تبرک کے لیے اس کا حج کرتے تھے، جیسا کہ مسلمان کعبہ مکرمہ کا حج کرتے ہیں۔

اور شیخ ہر اس شخص کو کافر کہتے تھے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں حجر اور شجر کی طرف توجہ کرنا عبادت ہے حالانکہ عبادت کا تصرف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (النساء: ۴۸)

”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو نہیں بخشتا۔“

اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی۔ (المائدہ، پ: ۶) بے شک اہل کتاب میں سے اور مشرکوں میں سے جس نے کفر کیا۔ (البینہ، پ: ۳۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقِيلُوا لَهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا

فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة: ۱۹۳)

”اور ان سے لڑائی کرو اس وقت تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے نہیں زیادتی مگر ظالموں پر۔“

شیخ ہر ایک کو کافر نہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں، ص: ۱۰۱۔ یہ بات کہنا کہ ہم ہر ایک کو کافر کہتے ہیں یہ دشمنوں کا بہتان ہے جو اس بہتان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ ایک مصنف اپنی کتاب (محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ ایک مظلوم مصلح ہے) میں فرماتے ہیں، یہ سب جھوٹ ہے کہ شیخ خوزیری کرتے ہیں۔ مال لوٹ لیتے ہیں اور بے دریغ جانوں کو قتل کرتے ہیں اور اُمت محمدیہ کی تمام علاقوں کی تکفیر کرتے ہیں، یہ سب کا سب جھوٹ ہے۔

شیخ رحمہ اللہ حجت قائم ہونے کے بعد ہی کفر کا فتویٰ دیتے تھے اور جب لوگ ان سے لڑائی کی ابتداء کرتے تھے، تو تب کفر کا فتویٰ دیتے تھے اور لڑائی کرتے تھے اور کتاب و سنت کے مطابق لڑتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ

تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ (الحج: ۳۱)

”اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گرا ہے

اسے پرندوں نے اچک لیا ہے یا اسے ہوانے دور کی جگہ میں پھینک دیا ہے۔“



دعوت شیخ کے خلاف شبہات کا جائزہ

یہاں کچھ اتہامات ہیں جو شیخ کی دعوت کے خلاف بھڑکائے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے یہ جھوٹ اور بہتان شیخ کی جانب منسوب کیے اور انہیں ابھارا وہ سلیمان بن محمد بن تحیم ہے جس نے ان کی زندگی ہی میں یہ بہتانات لگائے یہ ریاض والوں کا مطوع (مولوی) تھا۔ اس نے یہ تہمتوں کا پلندہ ایک رسالہ میں جمع کیا تو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ان کے جواب دیے اور جو بھی یہ جھوٹ اور بہتان تھا اسے باطل ثابت کیا۔

سلیمان نے یہ رسالہ تحریر کر کے بصرہ والوں اور اُحساء والوں تک پہنچایا اس میں اس نے شیخ مرحوم پر سخت طعن و تشنیع کی اور نئے سے نئی بہتان بازی کی۔

اس نے جو رسالہ میں لکھا درج ذیل ہے، کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فقیر سلیمان بن محمد بن تحیم نے جن بھی مسلمان علماء تک یہ پہنچے اور سید ولد آدم جو پہلوں اور پچھلوں کے سردار ہیں کے دین کا جو بھی خادم ہے ان تک میرا پیغام ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد!

شاید یہ بات تمہارے علم میں آچکی ہو کہ ہمارے اس علاقہ میں ایک آدمی نمودار ہوا ہے جو کہ بدعتی، جاہل اور گمراہ کرنے والا ہے۔ یہ علم و تقویٰ سے تہی دامن ہے اس سے ایسے گھناؤنے معاملات صادر ہوئے ہیں اور ایسے بُرے حالات پیدا ہوئے ہیں ان میں سے بعض پھیل چکے ہیں اور ان سے کان بھر گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی

ہمارے مقامات سے آگے نہیں گئے، ہم نے چاہا کہ انھیں مسلمان علماء کے لیے پھیلا دیں اور سید المرسلین کے ورثاء کو ان سے آگاہ کریں تاکہ وہ اس بدعتی کو ایسا شکار کریں جیسا کہ آزاد عقاب چھوٹے چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ اور اس کی بدعات اور ضلالتوں اور جہالتوں اور ہفوات سے بچیں۔

اس سے ہمارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے بنائے جو نیکی اور تقویٰ پر آپس میں تعاون کرتے ہیں۔

اس کی بدعات میں سے اور ضلالتوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جبیلہ جگہ میں شہید ہوئے تھے ان میں سے زید بن خطاب اور ان کے ساتھی بھی تھے اس نے ان کی قبروں کو گرایا اور اکھاڑ دیا۔ کیوں کہ یہ پتھر کی ہیں۔ حالانکہ وہ انھیں کھودنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس لیے انھوں نے پتھروں کی قبریں بنائیں۔ اس نے ان کی قبروں کو پست کر دیا اور ایک بالشت تک کر دیا ہے۔ جب کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں دفن کیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں دفن کیا تھا۔ اور اس نے مسجد نبوی کو گرانے کا ارادہ بھی کیا ہے۔ اس میں کوئی شرعی عذر نہیں صرف خواہش کی اتباع سبب ہے۔

اس نے (دلائل خیرات) بھی جلادیا ہے اور اس نے ”روض الریاحین“ کو کہا ہے یہ روض الشیاطین ہے۔

اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر مجھے یہ قوت ملی تو میں حجرہ رسول ﷺ کو بھی گرا دوں گا۔ اور اگر میرے بس میں ہو تو میں بیت اللہ شریف کا میزاب (پرنا لہ) لے لوں اور اس کے عوض لکڑی کا پرنا لہ رکھ دوں گا۔ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ کے شعائر (علامات) کی تعظیم کرنا بھی دلوں میں تقویٰ سے ہوتی ہے۔ (الحج: ۳۲)

اور یہ شیخ نجدی یہ بھی کہتے ہیں کہ (۶) صدیوں سے لوگ کسی دین پر نہ تھے۔ اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ انھوں نے مجھے خط میں لکھا ہے، تم اقرار کرو کہ مجھ سے پہلے تم جاہل اور گمراہ تھے۔

اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی ہر بات میں موافقت نہیں کرتا اور اس بات کے حق ہونے کی گواہی نہیں دیتا یہ اس کے کفر کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں اور جو ان کی ہر بات میں موافقت کرتا ہے اسے کہتے ہیں، تو موحد ہے اگرچہ وہ محض فاسق ہو اور ٹیکس وصول کرنے والا ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اپنے نفس کی توحید کی دعوت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت نہیں دیتے۔

اور انھوں نے ہمارے علاقہ میں اپنے ہاتھ سے خط تحریر کر کے اپنے نمائندہ کے ذریعہ بھیجا ہے اور قسم اٹھا کر کہتے ہیں ان جیسا علم ان کے مشائخ کو بھی نہ تھا یہ مشائخ کی جانب بھی ان سے علم حاصل کرنے کی نسبت ہی ہے وہ بھی ان کے خیال کے مطابق وگرنہ ہمارے نزدیک تو نہ کوئی ان کے مشائخ ہیں۔ اور نہ ہی ان کی ان کے باپ کو پہچان تھی اور نہ ہی علاقہ والے انھیں جانتے تھے۔

یہ کتنی ہی عجیب بات ہے انھوں نے نہ تو مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور نہ ہی انھیں ان کے باپ جانتے تھے اور نہ ہی اہل علاقہ جانتے تھے۔ نامعلوم! انھوں نے علم کہاں سے حاصل کیا اور کس سے کیا۔

کیا ان پر وحی آئی یا خواب دیکھا یا انھیں شیطان نے سکھایا تو ان کے حلف کو تمام علاقہ والے دیکھتے ہی رہ گئے۔

اور یہ ابن فارض اور ابن عربی کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور یہ آل رسول ﷺ میں سے ہمارے بعض سادات پر قطعی طور پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ نذرانے لیتے ہیں اور جو انھیں کافر نہ کہے رک جائے تو اسے بھی کافر کہتے ہیں۔

اور محمد بن عبد الوہاب سے ثابت ہے ان سے کہا گیا ائمہ میں اختلاف رحمت ہے تو انھوں نے کہا: یہ تو ایک مصیبت ہے۔

یہ تلاوت میں وقفہ کو فساد قرار دیتے ہیں جب کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقفہ کرتے تھے اس طرح یہ رسول اکرم ﷺ سے مروی بات کو جھٹلاتے ہیں۔

یہ بھی ان کی بات اچھی نہیں کہ یہ حج کو باطل کرتے ہیں اور خطابات میں سلطان کی بزرگی چھوڑنے کا کہتے ہیں، کہتے ہیں سلطان فاسق ہے اس کی بزرگی بجالانا جائز نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن اور رات کو نبی ﷺ پر درود پڑھنا بدعت ہے۔ یہ ایسی گمراہی ہے جو پڑھنے والے کو آگ میں گرا دے گی۔

اور یہ یہ بھی کہتے ہیں قاضی فیصلہ کے عوض جو لیتے ہیں حالانکہ یہ پرانے زمانہ سے آج تک آرہا ہے جب قاضی دو مقدمہ والوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ انعام دو تو یہ رشوت ہے نہ ان قاضیوں کے لیے بیت المال سے کچھ ہے نہ ہی خرچہ لے سکتے ہیں۔ اگر لیتے ہیں تو یہ رشوت ہے۔ یہ نصوص کے خلاف ہے ساری امت اسے جائز کہتی ہے۔ رشوت تو یہ ہے کہ جو مال کسی کا حق مارنے کے لیے دیا جائے یا باطل چیز اپنے حق میں کرنے کے لیے دیا جائے۔

قاضی دونوں مقدمہ درج کرانے والوں سے یہ کہہ سکتا ہے میں تمہارے درمیان تب فیصلہ کروں گا جب میرے نام کچھ مال مقرر کرو۔

اور محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ اس پر بھی قطعی کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں جو جانور ذبح کرتا ہے اور اس پر کسی اور کا نام لیتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے لیے کر دیتا ہے تو کہتے ہیں یہ کفر ہے اور گوشت حرام ہے۔ حالانکہ دیگر علمائے کرام اس فتویٰ سے روکتے ہیں۔^①

① روضة الافکار ۲/ ۹۳ .

ان تہمتوں کے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی طرف سے جوابات

یہ خط محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی جانب سے عبداللہ بن تحیم کی جانب ہے۔
وبعد! ہم نے تمہارا مکتوب موصول کیا اور جو تم نے تم تک پہنچا ہے اس کا ذکر کیا
ہے وہ بھی ہم نے وصول کر لیا ہے۔ یہ تم پر مخفی نہ ہوگا جن مسائل کا تم نے ذکر کیا ہے وہ
تم تک العارض کی کتاب سے ہے اس میں جملہ مسائل (۲۴) ہیں بعض تو درست ہیں
اور بعض بہتان اور جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

ان مسائل پر بات کرنے سے پہلے ہم ایک اصول بتا دینا ضروری خیال کرتے
ہیں۔ یہ اصول ہے کہ اہل علم جب کسی بات میں اختلاف رائے کریں اور جب جاہل
تنازع کریں مثلاً ہم اپنی اور تمہاری مثال بیان کرتے ہیں جیسا کہ ہم میں اختلاف ہوا
ہے تو اس صورت میں واجب الاتباع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے۔
اگرچہ تمام اہل علم نے اپنی کتابوں میں مخالف ہی کہا ہو۔ اہل علم اور زمانہ کی عادت کی
اتباع واجب نہیں۔

یہ بات اگرچہ واضح ہے مگر میں نے پھر بھی یہ اصول ذکر کر دیا ہے کیوں کہ بعض
وہ مسائل جن کا میں نے ذکر کیا ہے وہ کہے میں نے ہی ہیں مگر یہ وہ مسائل ہیں جنہیں
علماء نے اپنی کتابوں میں بھی ذکر کیا ہے۔ تاکہ انہیں بھی اسی اصول پر پرکھا جائے۔
لیکن یہ لوگوں کی عادت کے خلاف ہیں جس عادت پر یہ پروان چڑھے ہیں۔

انھوں نے صرف عادت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ہی ان کا انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ انھوں نے ان مسائل کو کتابوں میں عیاں طور پر دیکھا ہوتا ہے اور انھوں نے ان کا اقرار بھی کیا ہوتا ہے اور وہ گواہی بھی دیتے ہیں کہ میری بات سچ ہے مگر انھیں یہ مصیبت پہنچ جاتی جو مصیبت ان لوگوں کو پہنچتی تھی جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں کیا ہے۔

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

(البقرة: ۸۹)

”پس جب انھوں نے جو حق ان کے پاس آیا تھا اسے پہچان لیا تو پھر اس کے ساتھ کفر کیا پس ایسے کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

ہم بھی اسی معاملہ سے بعینہ دوچار ہیں وہ شخص جس نے تمہیں خط و کتابت کے ذریعہ آگاہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابن سحیم ہے۔ میں نے اس کے سامنے وضاحت بھی کی تھی اس نے صحیح بات کا اقرار بھی کیا، ہمارے پاس اس کے ہاتھ سے لکھے ہوئے متعدد خطوط بھی موجود ہیں۔ جن میں اس نے لکھا ہے یہ آپ نے حق کہا ہے اور کئی برس اس پر وہ قائم بھی رہا اور آخر کار اس نے سرکشی سے کام لیتے ہوئے اس سے انکار کر دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَنْ يَنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾

(البقرة: ۹۰)

”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل نازل کرتا ہے۔“

عوام نے اس سے کہا بھی تھا جب تم کہتے ہو کہ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے وہ حق ہے تو تم پھر ہمیں کیوں نہیں شمس و قمر کی عبادت سے روکتے، تو تم یہ عذر پیش کرتے ہو کہ تم نے ہم سے اس کے متعلق پوچھا ہے تو ہم نے اظہار کر دیا کہ یہ حق ہے۔

لوگوں نے کہا: اگر ہم تم سے سوال نہ کرتے تو تم ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک پر ہی رکھتے رہے ہوتے، ہمیں نصیحت کیوں نہیں کرتے تھے۔ تم اس میں اپنی پستی خیال کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ دوسروں کے لیے یہ حق گوئی کا شرف حاصل نہ ہو جائے۔

جب ہم نے ان پر سودا اور رشوت کھانے کا انکار کیا تو تم نے بہتان بازی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے دین کا حامی و ناصر ہے اگرچہ مشرک ناپسند کرتے ہیں۔

میں تمھاری اور اپنی ایک مثال بیان کرتا ہوں، ایک مسئلہ ہے استنجاء تین یا تین سے زیادہ پتھروں سے کیا جائے ہڈی یا گوبر سے نہ کیا جائے۔ یہ پتھروں سے استنجاء کرنا پانی کی موجودگی میں چاروں ائمہ کے نزدیک کفایت کر جاتا ہے۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس کے باوجود اگر کوئی پانی کے بغیر پتھروں سے استنجاء کرتا ہے تو لوگوں کے نزدیک یہ کام بہت بڑا بُرا تصور کیا جاتا ہے حتیٰ کہ یہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں۔ اور اسے بدعتی قرار دیتے ہیں یہ سب عادت کی وجہ سے ہی کہتے ہیں۔ اس لیے دلیل عادت نہیں بلکہ حدیث ہے۔ اس وضاحت کے بعد ہم ان مسائل کی جانب آتے ہیں جن کی بناء پر ہم پر طعن و تشنیع کی گئی ہے۔ یہ سب بہتان ظاہر ہیں، پھر بھی ہم ان کے جوابات درج ذیل میں دیتے ہیں۔

(۱) مجھ پر اعتراض ہے کہ میں کہتا ہوں مذاہب کی کتابیں بے کار ہیں۔ (۲) اور چھ صدی تک لوگ کسی مذہب پر نہ تھے۔ (۳) میں اجتہاد کی دعوت دیتا ہوں۔ (۴) میں تقلید نہیں کرتا۔ (۵) میں کہتا ہوں علماء کا اختلاف ایک سزا ہے۔ (۶) میں ان لوگوں کو جو نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں انھیں کافر کہتا ہوں۔ (۷) میں بوسیری کو کافر کہتا ہوں کیوں کہ اس نے نبی ﷺ کو یا اکرم الخلق کہا ہے۔ (۸) میں حجرہ گرانا چاہتا ہوں اور کعبہ کا پر نالہ اکھاڑنا چاہتا ہوں۔ (۹) میں نبی ﷺ کی قبر کی زیارت سے منع کرتا ہوں۔ (۱۰) میں نبی ﷺ کے والدین کی قبر کی زیارت کی اجازت نہیں دیتا۔

(۱۱) غیر اللہ کی قسم اٹھانے والے کو میں کافر کہتا ہوں۔ ان کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ یہ مجھ پر عظیم بہتان ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ نبی ﷺ پر یہ بہتان لگایا گیا تھا کہ محمد ﷺ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دیتے تھے اور نیک لوگوں کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ ﴿تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ (البقرة: ۱۱۸) ان کے دل آپس میں مشابہ ہو گئے۔ اور انھوں نے آپ ﷺ پر بہتان لگایا کہ کہتے ہیں: فرشتے، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام نعوذ باللہ دوزخ میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ہی یہ آیت اُتاری ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾

(الانبیاء: ۱۰۱)

”بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھائی سبقت لے گئی ہے

انھیں اس سے دور رکھا جائے گا یعنی یہ آگ میں نہ جائیں گے۔“

باقی دیگر مسائل کہ میں کہتا ہوں انسان کا ایمان کامل تب ہی ہوتا ہے جب یہ لا الہ الا اللہ کے معانی سمجھے۔ (۲) میں کہتا ہوں کہ الہ ایک راز ہے۔ (۳) یہ اعتراض ہے کہ غیر اللہ کے تقرب طلب کرنے والے کسی کو کافر کہتا ہوں۔ (۴) جنوں کے لیے ذبح کرنا کفر اور حرام ہے۔ اگرچہ اس پر بسم اللہ بھی پڑھی ہو۔ یہ سارے یعنی چار سوال ہی درست ہیں اور حق ہیں میں ان کا قائل ہوں۔ سب سے پہلے ہم لا الہ الا اللہ کا مفہوم بتاتے ہیں۔ توحید کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... توحید ربوبیت وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تنہا ہی مخلوق کا خالق ہے اور فرشتوں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تدبیر کرتا ہے یہ حق ہے جو لازمی ہیں لیکن اس سے انسان اسلام میں داخل نہیں ہوتا کیوں کہ اکثر انسان اس سے وابستہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّعَىٰ وَ

الْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾

(یونس : ۳۱)

”کہہ دو تمہیں آسمان اور زمین میں سے رزق کون دیتا ہے، اور کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور معاملات کائنات کی تدبیر کون کرتا ہے۔ یہ کہیں گے یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے پس تم کیوں نہیں ڈرتے۔“

جو چیز انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے یہ الوہیت ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جائے، مقرب فرشتہ، مرسل نبی کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ نبی ﷺ جب مبعوث ہوئے تو جاہلیت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور چیزوں کی بھی عبادت کرتے تھے۔ کئی بتوں کی عبادت، کوئی عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتا تھا، کوئی فرشتوں کو پکارتا تھا تو آپ ﷺ نے ان سب کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ اور انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہی اس لیے ہے کہ اس کی توحید بتاؤں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے، نہ فرشتوں کو، نہ ہی انبیاء علیہم السلام کو، جس نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک کہا تو یہ ہے جس نے حقیقت میں لا الہ الا اللہ کی گواہی دی اور جس نے آپ ﷺ کی بات نہ مانی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو پکارا اور ان سے مدد طلب کی اور ان کی پناہ طلب کی تو اس نے لا الہ الا اللہ کا انکار کیا، حالانکہ وہ یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ اُمت اس راہ پر چلی جس کی خبر نبی ﷺ نے دی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے سے پہلے لوگوں کی مکمل پیروی کرو گے جیسا کہ ایک تیر دوسرے تیر کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تم میں اور ان میں یکسانیت پائی جائے گی کہ اگر وہ کسی گواہ کی بل میں داخل

ہوئے ہوں گے تو تم بھی داخل ہو گے۔^①

اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کے متعلق فرمایا:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾

(التوبة : ۳۱)

”انھوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے سوارب بنالیا۔“

تو اس اُمت کے گمراہ لوگ بھی مشکل اور آسانی میں نیک لوگوں کو پکارتے ہیں۔ مثلاً سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بدوی اور عدی بن مسافر وغیرہ لوگوں کو پکارتے ہیں یہ اہل عبادت وصلاح تھے۔

اہل علم نے انھیں پکارنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ اور انھیں شدید انداز میں بچایا اور ڈرایا ہے۔ اس پر چاروں مذاہب کے اہل علم متفق ہیں اور پوری دنیا میں سب متفق ہیں، مگر اس کے باوجود یہ لوگ باز نہیں آ رہے۔ بلکہ اسی پر چل رہے ہیں، جب کہ جنھیں یہ پکار رہے ہیں یہ خود اسے ناپسند کرتے تھے اور اسے اہل علم نے شرک اکبر قرار دیا ہے۔ اس کا اعتراف مجھ پر اعتراض کرنے والے تم نے بھی کیا ہے کہ ہم اہل علم کے کلام سے ہی دلیل بیان کرتے ہیں۔ میں بھی اہل علم کے کلام کو پسند کرتا ہوں۔ اسی لیے میں اسے نقل کرتا ہوں اور تمھیں خبردار کرتا ہوں اس میں غور و فکر کریں اور ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کریں اپنے نفس پر غور کریں اور اس سے مناظرہ تکرار کریں اگر تمھیں درست بات کی پہچان ہو جائے کہ دین میرا ساتھ دے رہا ہے اور دین اسلام غریب ترین ہو چکا ہے میری مراد ہے وہ دین اسلام جس میں شرک و بدعت کی آمیزش نہ ہو وہ کامیاب ہے تو اسے اپنائیں۔ اور وہ اسلام جس کی ضد کفر ہے یہ تو اُمت کے آخر تک رہے گا اور اسی پر قیامت قائم ہوگی۔ اگر آپ اتنی سمجھ رکھتے ہیں کہ

① صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

میری بات حق ہے تو اس پر عمل کرو۔

جان لیں معاملہ بہت عظیم ہے اور سنگین ہے اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو تیرا سفر مغرب کی جانب ہو جاتا ہے حق مانتا ہی نہیں۔ اور خود ہی اس پر اعتبار کرو جو تم نے میرے لیے لکھا ہے کہ میں اہل علم کی بات کرتا ہوں اور یہی حق ہے جسے ہم بدل نہیں سکتے اور یہی اچھی بات ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے تجھے تکلیف پہنچائی اور تجھ پر حق گڈمڈ کر دیا تو تم نے اہل (وشم) کو لکھا جس میں توحید سے مذاق کیا گیا اور توحید کو بدعت قرار دیا اور ایک وہ انسان جو خراسان سے نمودار ہوا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کو بُرا بھلا کہا تو تم اسے جہالت کی بناء پر سمجھ نہ سکے اور نہ ہی اس کے گناہ کے بڑا ہونے کو سمجھا اور تم نے یہ خیال کیا کہ میں نے جو بات کہی یہ صرف میرا ذاتی انتقام ہے اس لیے میری بات تمھارے اندر کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔ حالانکہ میرے بات کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ تم سمجھ جاؤ کہ معاملہ گھمبیر ہے اہل علم اسے سیکھتے ہیں اور اس میں غلطی کرتے ہیں۔ ہماری تو بات ہی نہیں۔

شاید جب تم کسی مشکل میں ہوتے ہو تو پھر میری طرف رُخ کرتے ہو تو یہ دلیل ہے کہ تم پہچان جاتے ہو کہ یہ حق ہے تب ہی میرا رخ کرتے ہو۔ اور جب میں تمھاری طرف علماء کی جو عبارتیں نقل کرتا ہوں ان میں ان سے اگر خطاء ہوئی ہے تو تمھارا یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس کا مفہوم نہیں جانتا اگر یہی ہے تو مجھے حق سے خبردار کر دو تو میں ان شاء اللہ خطاء سے فوراً رجوع کروں گا اور حق قبول کروں گا۔

شیخ تقی الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، توحید کی تعریف میں اہل نظر اور اہل عبادت گروہوں نے بہت غلطی کی ہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے توحید کی حقیقت ہی کو پلٹ دیا ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ توحید صفات کی نفی کا نام ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ

ربوبیت کی ہی توحید ہے ان کا خیال ہے بس ربوبیت کی توحید اختیار کر لیں تو یہی وحدانیت ہے الوہیت تو ایک اختراع (خود ساختہ) ہے۔ انھیں معلوم نہیں کہ توحید ربوبیت کے قائل تو مشرکین عرب بھی تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(المؤمنون: ۸۴)

”کہہ دو زمین اور جو کچھ اس میں ہے یہ کس کے لیے ہے اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ۔“

یہ حق ہے کہ مشرکین عرب بھی اقرار کرتے تھے کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن وہ اس کے باوجود اس شرک سے باز نہ آئے تھے جسے اللہ تعالیٰ بخشا نہیں وہ الوہیت ہے۔ اسے خالص نہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ بہت ضروری ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جائے اور دین صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔ الہ (مألوه) سے ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ ذات جس کے بارے میں دل حیران ہو جائیں۔

تقی الدین رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں جس کا نام (السنہ) ہے یہ انھوں نے اہل عبادت کے ایک گروہ کی جانب بھیجا تھا یہ گروہ خود کو صالح لوگوں کی جانب اپنی نسبت ظاہر کرتا تھا اور ان کے بارے میں غلو (مبالغہ) کرتا تھا انھیں خارجیوں والی حدیث لکھ کر بھیجی جس میں نبی ﷺ نے ان کا نماز، روزہ ذکر کیا اور فرمایا: ”یہ دین سے صاف طور پر نکل جائیں گے۔“

جب نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسلام کی جانب منسوب لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ عبادت گزار تھے تو پھر اب بھی اسلامی نسبت رکھنے والے دین سے نکل سکتے ہیں۔ اسلام سے خارج کرنے والے چند امور درج ذیل ہیں۔

(۱)..... مذموم غلو (مبالغہ) کرنا جیسا کہ عدی بن مسافر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں نبی علیہ السلام اور صحابی رضی اللہ عنہما کسی بھی نیک آدمی کے بارے میں غلو کرنا یا الوہیت کی نوعیت پیدا کرنا، مثلاً یہ کہنا یا سیدی میری فریادری کریں یا کہنا مجھے آپ ہی کافی ہیں۔ یہ کہنا کفر ہے ایسا کہنے والے سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ نہ کرے تو یہ واجب القتل ہے۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام اور کتابیں بھیجی ہی اس لیے ہیں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جائے اس کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارا جائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو پکارتے ہیں جیسا کہ آفتاب و ماہتاب ہے نیک لوگ ہیں اور مورتیاں ہیں جو نیکوں اور بزرگوں کی صورتوں میں بنائی جاتی ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں بارش برساتی اور انگوریاں اُگاتی ہیں یہ کفر ہے۔ لوگ فرشتوں اور نیک بزرگوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، یہ سب غلو ہے اور کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام بھیج کر اور کتابیں اُتار کر اس سے منع کیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو پکارا جائے نہ دعاء کے لیے نہ ہی عبادت کے لیے اور نہ ہی فریادری کے لیے پکارا جائے۔

آج کے علم کے مدعی اور صلاح کا دعویٰ کرنے والے عبادت گزار اس پر غور کریں یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ (الافتاع) میں فرماتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا یا اس کی الوہیت اور وحدانیت کا انکار کیا یا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھٹھا کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھا اور جو دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اس سے بغض رکھا یا اللہ تعالیٰ کے درمیان غیر کے واسطے ڈالے اور انھیں پکارے اور ان پر توکل کرے یا ان سے مانگے تو اس پر اجماع ہے کہ اس نے کفر کیا اور کلمہ شہادت کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔

یہ بھی کہا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ محمد ﷺ کی متابعت کی راہ کے بغیر بھی نجات کی راہ ہے یا کہتا ہے آپ ﷺ کی اتباع لازمی نہیں اور یہ کہے کہ میں نبی ﷺ کی ضرورت صرف علم ظاہری میں خیال کرتا ہوں۔ باطنی علم میں نہیں کرتا یا میں آپ ﷺ کی اتباع علم شریعت میں کرتا ہوں علم حقیقت میں نہیں کرتا یا یہ کہتا ہے کہ بعض علماء کے لیے گنجائش ہے کہ وہ شریعت سے باہر نکل سکتے ہیں جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے باہر تھے تو یہ سب کفر ہے۔

اور جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی دی اور یہ دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے الہ ہیں یا نبی ہیں اور جبریل علیہ السلام نے غلطی کی تو یہ کافر ہے جو اسے کافر قرار دینے میں رک جاتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ قابل غور یہ بات ہے کہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس پر کفر کا فتویٰ ہے اور جو ابن عربی اور سید عبدالقادر کو الہ قرار دے اس کی قباحت کا خود اندازہ لگائیں۔ شیخ تقی الدین رحمہ اللہ کی یہ بات بھی نہایت غور کے قابل ہے کہ الہ وہ ہے جس سے دل حیرت میں ڈوب جائیں اور یہ بھی جان رکھیں ہمارے زمانہ کے مشرک نبی ﷺ کے زمانہ کے کافر مشرکوں سے زیادہ بڑھ گئے ہیں یہ ہمارے زمانہ والے مشرک، سختی اور نرمی دونوں حالتوں میں اولیاء اور نیک لوگوں کو پکارتے ہیں اور ان سے مصائب سے نجات، اور حاجات کے لیے دعائیں کرتے ہیں جب کہ پہلے کفار اگرچہ وہ فرشتوں اور صالحین کو پکارتے تھے ان کی شفاعت طلب کرتے تھے اور ان کا تقرب چاہتے تھے مگر تکلیف کے وقت یہ اقرار کرتے تھے کہ معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے معبودوں کو وہ صرف نرمی میں پکارتے تھے، جب سختی آتی تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا فَلَمَّا

نَجِّكُمْ إِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

(الاسراء: ۶۷)

”اور جب تم میں سے کسی سمندر میں تکلیف آتی ہے تو تم جنہیں پکارتے ہو انہیں بھول جاتے ہو، تم صرف اسی اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو جب وہ تمہیں خشکی کی جانب نجات دلاتا ہے تو تم رخ پھیر لیتے ہو انسان ایک ناشکرا ہے۔“

اور (افتاح) میں یہ بھی فرماتے ہیں: جادو سیکھنا اسے کرنا اور سکھانا حرام ہے۔ جادو ایک گرہ ہے اور دم ہے اور کلام ہے یا لکھتے ہیں، یا ایسا عمل ہے جو مسحور (جادوزدہ) کے بدن میں اثر انداز ہوتا ہے یا اس کے دل اور عقل متاثر ہوتے ہیں۔ اس سے قتل بھی کیا جاتا ہے اس سے بیمار بھی کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ میاں بیوی کے تعلقات پر بھی اثر ڈالا جاسکتا ہے اس سے ایک دوسرے کو بغض کا شکار بھی بنایا جاتا ہے۔ اور دو انسانوں کے درمیان محبت بھی ڈالی جاسکتی ہے۔ اسے سیکھنا یا اس کی تعلیم دینا اور اسے کرنا کفر ہے خواہ اس کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھ کر کیا جائے یا جائز سمجھ کر کیا جائے۔ اس پر لجمی سے غور کریں یہ چیزیں جو ان کے زمانہ میں موجود تھیں تو ان کا سخت انکار کیا گیا ہے۔ اور ربوبیت اور وحدانیت میں فرق پر بھی غور کریں اور انہیں اس چیز سے کتنا زیادہ بغض تھا جو رسول اکرم ﷺ لے کر آئے تھے۔

احناف میں سے شیخ قاسم رحمہ اللہ شرح درمختار میں فرماتے ہیں یہ نذر جو عوام اکثر مانتے ہیں کہ کسی نیک آدمی کی قبر پر آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے میرے سید! اگر تو میری گمشدہ چیز لوٹا دے یا میرے بیمار کو عافیت دے گا یا میری حاجت برآری کر دے گا تو میں تجھے یہ دوں گا تو یہ نذر باطل ہے اس پر اجماع ہے، اس کی چند وجوہ ہیں جن کی بناء پر یہ باطل ہے۔

(۱) یہ وجہ ہے کہ مخلوق کے لیے نذر ماننا جائز نہیں۔ (۲) وجہ یہ ہے کہ ایسی نذر ماننے والا یہ خیال کرتا ہے کہ میت معاملات میں تصرف رکھتی ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کے بعد قبر پر درہم رکھنا، شمع جلانا اور تیل ڈالنا اور اولیائے کرام کی قبروں تک پہنچانا سب حرام ہے۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اس میں لوگ مبتلا ہیں خصوصاً احمد بدوی کی ولادت کے دن ان کی قبر پر یہ سب کیا جاتا ہے۔

یہ خود بھی مصر میں رہتے تھے یعنی قاسم اور مصر، علماء کرام کا مرکز تھا اس کے باوجود ان میں یہ رسوم اتنی زیادہ ہوئیں کہ انھیں روکنا ان کے بس میں نہ تھا۔

مالکی بیان کرتے ہیں کہ طرطوسی نے اپنی کتاب (المحادث والبدع) میں لکھا ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو واقد لیشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف گئے ہم ابھی نو مسلم تھے اور مشرکوں کے لے ایک بیری کا درخت تھا یہ اس کے گرد اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اور اس کے ساتھ اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے۔ اس کا نام (ذات انواط) تھا جب ہم درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر فرمادیں جس طرح ان کے لیے ہے۔ تو آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا، اور فرمایا: تم بھی پہلی اُمتوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہو۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔ تم جہاں بھی بیری کا درخت پاؤ جسے لوگ قصداً اپناتے ہیں اور اس پر کپڑے کے ٹکڑے لٹکاتے ہیں یہی آج کا ذات انواط ہے اسے کاٹ پھینکو۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کا آغاز غربت سے ہوا۔ عنقریب یہ پھر غربت کی جانب لوٹے گا، جس طرح یہ شروع میں تھا، مبارک ہے ان غرباء کے لیے جب لوگ خراب ہوں گے تو یہ ان کی اصلاح کریں گے۔ اس حدیث کا مطلب ہے کہ جب اللہ

تعالیٰ نے دین اسلام بھیجا تو آدمی کی یہ صورت حال تھی کہ جب وہ اپنے قبیلہ میں سے ایمان لاتا تو وہ غربت میں ہوتا اپنا مسلمان ہونا مخفی رکھتا تھا اس پر خاندان جو روجفا کرتا تھا وہ ان کے درمیان ذلیل اور خوفزدہ ہو کر رہتا تھا اور پھر غربت کی یہ صورت بھی تھی کہ گمراہ کن خواہشات اور مختلف مذاہب کی کثرت ہوتی تھی ان میں حق کی پہچان نہ ہوتی تھی تو اہل حق غربت میں ہوتے یعنی اہل حق قلت میں ہوتے تھے اور اپنی جانوں پر خوفزدہ ہوتے تھے۔ حق کی پہچان مشکل ہوتی تھی۔

بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم میں ان میں محمد ﷺ کے معاملہ میں سے اب کچھ نہیں پہچانتا صرف یہ چیز ان میں باقی رہ گئی ہے کہ وہ نماز اکٹھے پڑھتے ہیں وگرنہ دوسرے کاموں میں تغیر ہوتا جا رہا ہے، اپنے اہل زمانہ کے اکثر کاموں پر تنقید کی تھی۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو وہ رورہے تھے۔ میں نے کہا رونے کا سبب کیا ہے، فرمایا: وجہ یہ ہے کہ میں اب ان لوگوں میں وہ باتیں نہیں پا رہا جو ہم میں تھیں صرف ایک بات ہے کہ نماز تھی اب اسے بھی ضائع کرنے لگے ہیں۔ (طرطوشی)

ہر عقلمند کو ان احادیث پر غور کرنا چاہیے یہ کس زمانہ میں بیان ہوئیں اور کس جگہ پر بیان ہوئیں اور اہل علم میں سے کسی نے بھی ان کا انکار نہیں کیا اس میں سے بہت سی مفید باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صادق و صدوق پیغمبر ﷺ سے جاری ہوا ہے یہ ان لوگوں کی بات ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سے اپنے نبی ﷺ کے لیے چنا ہے۔ انھوں نے جب یہ کہا ہمارے لیے بھی ان جیسا اللہ بنا دو۔ یہ بہت ہی تعجب کی بات ہے کہ جب یہ سادات اور بہترین لوگوں میں غربت جاری ہو سکتی ہے کہ پھر اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے کہ اب بعد میں آنے والوں میں یہ نہیں

ہے۔ اور جس نے یہ کہا: یا اکریم الخلق (اے مخلوق میں سے بہترین) اور یہ پکار دی یہ بھی غلط پکار ہے تو میں نے جب اسے شرک کہا تو تم اس میں تعجب کیوں کر رہے ہو کیا تم ان بہترین لوگوں سے خود کو بہترین قرار دے رہے ہو یا زیادہ علم والا کہتے ہو۔ یہ ایسے معاملات ہیں جنہیں تم جانتے نہیں۔ اور جو انہیں شرک یا کفر کہتا ہے تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ ایسا کفر کہہ رہا ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کرتا ہے۔ حالانکہ وہ یہ مراد نہیں لے رہا ہے یہ ملت کے اندر والا کفر و شرک ہے۔

اور پھر تم نے مجھے پہلے جو خط بھیجا تھا ابھی تم شام رہنے والے آدمی کے جال میں نہیں پھنسے تھے اور تم نے گواہی دی تھی کہ تمہارا یہ فتویٰ حق ہے اب وہ بات کیوں یاد نہیں کرتے، اب تو آپ کا کوئی عذر بھی باقی نہیں رہا۔ بہر صورت بطور دلیل میں نے طرطوشی کی بات بیان کی ہے تاکہ میں واضح کروں کہ ان کے زمانہ میں جو درخت کے ذریعہ شرک ہوتا اور قاضی ابو یعلیٰ کے زمانے میں جو شرک ہوتا تھا کیا بعد میں اس کی اصلاح ہو چکی ہے نہیں ہوئی اب بھی شرک ہو رہا ہے۔

اب رہی بات شافعیوں کی تو شام کے محدث امام ابو شامہ اپنی کتاب (الباعث علی أنکار البدع والحوادث) میں بیان کرتے ہیں کہ ایک جماعت جس نے شریعت اسلام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور خود کو فقر کی جانب منسوب کرتی ہے درحقیقت یہ ایمان سے ہی فقیر ہے ان کا اپنے مشائخ کے بارے میں عقیدہ ہے۔ جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ اس آیت کی زد میں ہیں۔ کیا ان کے شرکاء نے ان کے لیے وہ دین قرار دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ (الشوری: ۲۱)

تو ایسے طریقوں سے ہی کفر کا ظہار ہوتا ہے۔ بتوں وغیرہ کی عبادت سے کفر جنم لیتا ہے۔ یہ بھی ہے کہ شیطان نے عوام کے لیے دیواروں کو مزین کرنے اور ستونوں کو مزین کرنے اور چراغاں کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا ہے اور پھر خواب سناتے ہیں

کہ بزرگوں نے ایسا کرنے سے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور صلاح پائی ہے۔ اور یہ خیال کرتے ہیں وہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے پھر اس سے بھی تجاوز کر کے کہتے ہیں ان مقامات کی تعظیم کرنا ان نیک لوگوں کے دلوں میں میں آئی تھی اور پھر یہ ان سے اپنے بیماروں کے لیے شفاء کی اُمید رکھتے ہیں۔ اور ان کے ہاں نذریں مان کر ان کو اپنی حاجات پوری کرتے ہیں۔ اس کے لیے چشمے، درخت، دیوار، اور پتھر انھوں نے منتخب کر رکھے ہیں۔

دُشمن میں متعدد مقامات ہیں مثلاً بخار کے لیے عُوینہ حمی ہے۔ اور ایک ملعون درخت ہے جو باب نصر سے باہر ہے یہ ان پر نذریں وغیرہ مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس درخت کو کاٹنے کی آسانی پیدا کرے یہ ذات انواط والی ہی صورت ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس سے عافیت طلب کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے عافیت مانگتے ہیں جو اس کی رضا کے خلاف ہے۔ اور ہمیں ان میں سے نہ بنائے جنہیں اس نے گمراہ کیا ہے اور اپنی خواہش کو معبود بنایا ہے۔ اس عبارت پر غور کریں ایسے شرکیہ کاموں کو شریعت اسلام پس پشت ڈالنا قرار دیا گیا ہے۔ اور انھیں ایمان سے خارج ہونا قرار دیا ہے اور پھر کہا ہے کہ شام میں یہ آزمائش عام ہوتی جا رہی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ! ائمہ اربعہ کے یہ علماء ذکر کرتے ہیں کہ شرک کی آزمائش عام ہے۔ اور وہ پکار پکار کر کہتے ہیں اور زمین کے ہر گوشہ میں ان کی صدا گونج رہی ہے کہ دین غربت کی جانب لوٹ رہا ہے۔ تو اب دو ہی باتیں ہیں یا تو کہو اللہ تعالیٰ نہ کرے یا تو یہ علماء جاہل اور گمراہ ہیں یا پھر یہ بتائیں کہ ان کے مشائخ اور ان کے زمانہ میں صلاح ہو چکی ہے، ہم کہتے ہیں نہ تو علماء جاہل ہیں اور نہ ہی ان کے اور ان کے مشائخ کے زمانہ میں صلاح ہوئی ہے۔

میں نے ان اوراق پر اطلاع پائی ہے جو ابن عزاز کے پاس تھے اور ان میں اجازت نامے تھے جو اسے اپنے مشائخ سے اور مشائخ کے مشائخ سے حاصل ہیں۔

ایک آدمی ہے اسے عبدالغنی کہا جاتا ہے ان اوراق میں اس کی انھوں نے بہت تعریف کی ہے اور اسے یہ عارف باللہ کہتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ یہ ابن عربی کے دین پر ہے ابن عربی وہ ہے علماء نے اسے فرعون سے بھی بڑا کافر کہا ہے۔ جب ابن عربی کے دین کا امام اور داعی ان کا شیخ ہے اور اسے یہ عارف باللہ کہتے ہیں پھر معاملہ خود بخود صاف ہے۔ حضرت ابو دارداء اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے جو پہلے بیان گزر چکا ہے اور وہ جب انھوں نے یہ کہا تھا وہ اس وقت شام ہی میں تھے۔ یہ ان کی بات بہت بڑی بات ہے۔ اس سے اہل علم نے دلیل لی ہے کہ ان کا زمانہ تو ابھی بہت اچھا تھا، ہمارے زمانہ کا کیا حال ہوا۔ اس میں تو غربت اسلام بالاولیٰ ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: جب طائف کا ایک وفد رسول اکرم ﷺ کے پاس مسلمان ہونے آیا تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے اسلام لانے کی ایک یہ شرط ہے کہ لات بت چھوڑ دیا جائے اسے ایک سال تک گرایا نہ جائے۔ تو آپ ﷺ نے اسے قبول نہ کیا تھا۔ اس حدیث پر تبصرہ میں فرماتے ہیں اس سے کئی مسائل حاصل ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شرک کے مقامات اور طاغوت کی جگہوں کو ان پر قدرت پانے کے بعد انھیں گرایا جائے اور یکسر انھیں مٹایا جائے باقی نہ چھوڑا جائے۔ کیوں کہ یہ شرک و کفر کی علامات ہیں۔ یہ سب سے بڑی منکر چیزیں ہیں ان پر غلبہ پانے کے بعد انھیں باقی نہ رکھا جائے اور یہی حکم ان مشاہد (قبوں) کا ہے جو قبروں پر تعمیر کیے جاتے ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لیے بت خانے بنایا گیا ہے۔ اور وہ پتھر بھی مٹا دیے جائیں جنھیں تبرک سمجھ کر ان کا قصد کیا جاتا ہے اور ان کو نذر گاہ بناتے ہیں اور انھیں بوسہ دیتے ہیں۔ ان کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑا جائے مقدور بھر انھیں ختم کیا جائے۔ ان میں سے زیادہ تر لات و منات اور عزی کا مرتبہ ہی پاچکے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ شرک کا باعث ہیں۔ واللہ المستعان۔

ان طاغوت کے پجاریوں میں سے کوئی ایک بھی یہ عقیدہ نہ رکھتا تھا کہ انھوں نے کچھ پیدا کیا ہے اور یہ رزق دیتا ہے اس کے باوجود یہ ان کی عزت و توقیر کے لیے شریکہ مراسم ان کے لیے سرانجام دیتے تھے اور یہی آج کے مشرک بھی اپنے خود ساختہ طاغوتوں کے پاس کرتے ہیں انھوں نے ان پہلے مشرکوں کے طریقوں پر قدم رکھا اور انہی کی راہ پر چلے اور برابر برابر چلے اور شرک و جہالت ان کے نفوس پر علم نہ ہونے کی وجہ سے چھا گئے۔ اور ان پر نیکی، برائی، اور برائی نیکی اور سنت بدعت اور بدعت سنت نمایاں ہونے لگی۔ ان کا چھوٹی عمر والا اسی شرک پر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان کے سامنے نشانات ہدایت مٹ چکے ہیں اور اسلام کی غربت شدت اختیار کر چکی ہے۔ علماء کی قلت ہے۔ کم عقلوں کا غلبہ ہے شرک کا معاملہ سنگین ہو چکا ہے شرک و توحید کے درمیان جنگ تیز ہے تری اور خشکی میں فساد بپا ہو چکا ہے لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خرابی نے جنم لیا ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔ یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے لات بت کا مال لے لیا اور اسے کسی اچھائی میں صرف کیا، اس سے ثابت ہوا کہ امام وقت کے لیے یہ جائز ہے ان بتوں سے جو مال حاصل ہوا اسے وہ جہاد اور مسلمانوں کی مصلحت میں صرف کر سکتا ہے یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ان بتوں کے مال پکڑے اور انھیں لشکر اور لڑنے والوں کے لیے اور اسلام کی مصلحتوں میں صرف کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے لات بت کے مال کے ساتھ کیا تھا۔ اور یہی حکم بتوں کے لیے وقف زمینوں اور دیگر وقف چیزوں کا ہے۔ بتوں کے لیے چیز وقف کرنا باطل ہے، یہ ضائع مال ہے اسے مسلمانوں کی مصلحت میں صرف کیا جائے وقف وہی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ کی قربت کے لیے ہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے لیے ہو یہ قبول اور بتکدوں کے لیے جائز نہیں۔ نہ ایسی قبر کے لیے جس پر چراغ چلائے جائیں اور اس کی تعظیم کی جائے اور اس

کے لیے نذر مانی جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔ اس میں کسی بھی ائمہ دین میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اس اہل علم (ابن قیم رحمہ اللہ) کی بات پر غور کریں یہ شام کے ہی ہیں۔ انھوں نے صراحت سے کہا ہے کہ ان کے زمانہ میں قبروں کی عبادت اور قبوں کی تعمیر، درختوں اور پتھروں کی عبادت ہوتی تھی۔ یہ وہ عبادت ہے جو لات اور منات کی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ ان کے زمانہ میں کثرت سے ہو چکی تھی اور اس شرک کا لوگوں کے نفوس پر غلبہ تھا اور اسلام غربت کا شکار تھا۔

اور تمہارا ساتھ ہی کہہ رہا ہے جو اس نے اپنی کتاب میں اہل وشم کے لیے لکھا تھا۔ انھوں نے اس سے کہا تھا کہ تمہارے علاقہ میں شرک ہو رہا ہے تو اس نے کہا: نہیں مسلمانوں میں شرک نہیں ہو رہا۔ یہ شام میں شرک کا انکاری ہے۔ جب کہ اہل علم وہاں شرک کا ثبوت دے رہا ہے لہذا ان ائمہ اہل علم کی بات جھوٹ نہیں ہو سکتی نہ ہی بہتان ہو سکتی ہے اور ابن عبدان شامی نے جو شرک نہ ہونے کا کہا ہے یہ غلط ہے۔

مجھے جلدی سے اس بارے میں ائمہ کے یہی اقوال میسر آئے ہیں جو میں نے نقل کیے ہیں، آپ ان میں عمدہ انداز میں غور و فکر کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے غور کریں اور خواہش پرستی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں اگر میری اور میرے مد مقابل کی گفتگو میں غور کریں گے تو صحت تک آپ کو رسائی ہوگی اور آپ کو یہ علم ہوگا کہ تمہارا یہ شامی عالم جو شرک کا انکاری ہے یہ لا الہ الا اللہ کا معنی نہیں جانتا اور نہ ہی یہ امام احمد رحمہ اللہ کے عقیدہ سے آشنا ہے اور نہ ہی یہ ان کے عقیدہ کو جانتا ہے جنھوں نے اسے مارا ہے۔ جو یہ نہیں جانتا میری قدر کیا ہے یہ دوسرے سے تو زیادہ آشنا ہوگا۔

یہ جان لیں! معاملہ بہت بڑا ہے، اگر میری بات جھوٹ ہو اور میں نے بات کسی اہل علم کے جانب جھوٹ اور بہتان سے منسوب کی ہے تو آپ اس سے روگردانی کر

سکتے ہیں اور اگر تمھاری خواہش صرف خواہش پرستی ہے تو پھر جواب نہ لکھنا اور اگر تم حق کے ساتھ ہے تو پھر حق کا اعتراف کر لو۔

وہ پانچ مسائل جن کا میں نے پہلے جواب دیا ہے۔ جن میں یہ بھی ہے کہ میں نے شمسان اور اس کی اولاد کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور میں نے ان جیسے لوگوں کو طاغوت کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو کہ لات عزی کی عبادت سے بھی کئی گنا بڑھ کر ہے۔ اور میری یہ بات حق ہے۔ کیوں کہ لات و عزی کے پجاری ان کی عبادت نرمی میں کرتے ہیں اور شدت میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور ان کے پرستار شدت اور نرمی، تری اور خشکی ہر حال میں کرتے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دل میں حق بٹھا دیں اور اس کے سامنے سرنگوں کر دیں اور طاغوت سے انکار کر دیں اور ان اصول کے جو مخالف ہیں جنہیں ہم نے کتاب و سنت کی صورت میں بیان کیا ہے ان سے تم اعلان براءت کر دیں خواہ وہ باپ ہو یا بھائی ہو تو پھر مجھے یہ خوشخبری لکھ دینا کیوں کہ یہ شرک، اور ان اصول سے انکار کرنا واللہ واللہ واللہ زنا سے بھی بڑا گناہ ہے اور اگر تمھارے دل میں پھر بھی کوئی اشکال ہو تو پھر دلوں کو پلٹنے والے اللہ تعالیٰ کی جانب پناہ لینا شاید وہ تمھیں اپنے اور اپنے نبی ﷺ کے دین کی رہنمائی کر دے۔ بقیہ مسائل کا جواب تب ممکن ہوگا جب ہم شہادت کے کلمہ کے مفہوم سے فارغ ہوں گے۔ مجھے تمھاری اس بات سے بہت تعجب ہے کہ تم نے کہا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں کو گرانے والا ہوں یہ غلط ہے۔ (القناع) کتاب میں عبارت ہے جو کہ جنازہ کے باب میں ہے ان قبوں کو گرانا واجب ہے۔ کیوں کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی پر تعمیر کیے گئے ہیں اور یہ نبی ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبریں گرانے کے لیے بھیجا تھا۔

باقی یہ بات میری طرف کہنا ایسے ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے یہ بدعت نکالی ہے جس نے اپنی بہن سے نکاح کیا یہ اس پر انکار کرتا ہے۔ یعنی جس طرح اس پر انکار ہے اسی طرح قبے بنانے پر میرا انکار ہے۔

اور یہ بات کہ میں اللہ کو سر کہتا ہوں (راز) لغات مختلف ہیں عرب کے نزدیک معبود اور اللہ یہ ہے جسے ہمارے عوام، سید یا شیخ کہتے ہیں۔ اور وہ جس میں (سر) راز ہے۔ پہلے عرب اسے الوہیت نام رکھتے ہیں اور اسے ہمارے عوام (سر) کہتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک (سر) نفع و نقصان کی قدرت کو کہتے ہیں اور وہ ہے جس میں ایسی صلاحیت ہو جس سے دعاء کی جائے جس سے اُمید رکھی جائے، اور خوف کیا جائے اور اس پر توکل کیا جائے۔ جس طرح رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کی نماز نہیں جس نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی، کسی نے پوچھا: فاتحۃ الکتاب کیا ہے، فرمایا، اور اپنے علاقہ کی لغت میں وضاحت کی کبھی کہا، فاتحۃ الکتاب، کبھی ام القرآن کہا، کبھی الحمد کہا، جب کہ معنی سب کا ایک ہے۔ مگر سر نہ تو ہمارے عوام کی زبان میں اور نہ ہی ہمارے اہل علم کی زبان میں اللہ کے معنی میں آیا ہے۔ اس وجہ سے ہم نے اس کا انکار کیا ہے۔

اور جو ابن حجریم نے رسالہ کے شروع میں کہا ہے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے وہ جو الجحیلہ میں شہید ہوئے تھے جو کہ زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں میں ان کے قبروں کو اُکھاڑنا اور گرانا چاہتا ہوں اور میں وہاں موجود ایک مسجد کو بھی گرانا چاہتا ہوں اس الزام میں کچھ تو درست ہے اور کچھ جھوٹ اور بہتان ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ جو عمارت قبروں پر ہے اور جو مسجد بنائی گئی ہے یہ اس قبر کے مقبرہ میں ہے جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ یہ زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اور یہ خیال جھوٹ ہے کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبریں جو ان کے

ساتھ شہید ہوئے تھے۔ ان کے مقامات نامعلوم ہیں بلکہ معروف یہ ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے یہ وہ ہیں جو مسلمہ کذاب کے وقت میں اس وادی میں شہید ہوئے اور ان کی قبریں بھی غیر معروف ہیں اور نہ ہی یہ امتیاز ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قبر کون سی ہے اور ان کے غیر کی قبر کون سی ہے اس بارے میں کسی شیطان نے یہ جھوٹ مشہور کر رکھا ہے کہ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اور لوگوں سے کہا ہے۔ یہ زید رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اور وہ فتنہ کا شکار ہیں۔ ہر طرف سے یہ اس قبر کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور اس کے پاس لوگ اجتماع کرتے ہیں۔ اور اس سے حاجات برآری کی التجاء کرتے ہیں اور مشکلات کے حل کا سوال کرتے ہیں اس پر ہم نے وہ عمارت بھی گرا دی جو اس قبر کے اوپر تھی اور وہ مسجد بھی گرا دی جو اس مقبرہ میں بنائی گئی تھی یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت میں کیا کیوں کہ آپ ﷺ نے نہایت سخت انداز میں قبروں پر مسجدیں بنانے کو برا قرار دیا ہے۔ یہ بات علم سے معمولی لگاؤ رکھنے والا بھی جانتا ہے۔

اور جو یہ کہا گیا ہے کہ میں وہ قبریں اکھاڑنا چاہتا ہوں وہ پتھر میں ہیں وہاں قبریں کھودنا ممکن نہ تھا اس لیے انھوں نے ان کی قبروں کو ایک ایک ہاتھ گھیرا ڈال دیا تاکہ بدبو آنے سے اور درندوں سے ان کی حفاظت کر سکیں یہ سب جھوٹ ہے اور مجھے لوگوں کے ہاں طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کے لیے کہا گیا ہے۔ اور اس کے لیے باطل اور فسق و فجور کا سہارا لیا گیا ہے یہ بات ایسی ہے کہ مشاہدہ اس کا انکار کرتا ہے۔ جس جگہ پر یہ قبریں ہیں وہ بہت نرم ہے وہاں کھدائی کرنا بہت آسان ہے۔ اور عینہ والے اور حبیلہ والے جو بھی عارض شہر والے ہیں وہ اس قبرستان میں اپنے فوت شدگان کو دفن کرتے ہیں۔ یہ نرم زمین ہے پتھر پٹی نہیں۔ پتھر یا ناہموار زمین تو اس قبرستان کے جنوب یا شمال میں ہے۔

حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لیکن یہ دشمن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے ایسے بُرے اور ہولناک اتہامات لگاتے ہیں انھیں پتہ ہے کہ یہ جھوٹے ہیں ایسا یہ صرف اس لیے کرتے ہیں کہ سامعین کو ان سے متنفر کریں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں شامل نہ ہو سکیں اور یہ حربہ شیطان اور اس کے گروہ کے لیے نیا نہیں، ایسا یہ شروع سے کرتے آئے ہیں مگر یہ دین کا چراغ یہ بجھا نہ سکیں گے۔ ان شاء اللہ ❶

الحمد للہ کتاب کا ترجمہ بعد مغرب پونے سات بجے مکمل ہوا، بروز
منگل تاریخ ۲۰۲۱-۱-۵

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم
•————•(((❀)))•————•